رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ و قرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث و نزلناہ تنزیلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر فضیلت تعلیم تدریجی برائے عامۂ ناس

حاضر باشد با بادی ہ و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر

مقاصد و مبادی ہ پس اتباعاً للنص المزبور ہ صحیفہ شہریہ کہ مندرج ست بتدریج شہور

مسمّٰی بہ

الہادی

نمبر ۱	بابت جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۴۶ھ	جلد ۴

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے طالب جادی و مذکر ست در ہر مجلس و نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی ہ بصورت ترجمہ رسالۂ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل انتباہات و کلید مثنوی و تشرف و اسیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد ست از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ہ بادارۂ محمد عثمان عامی ہ و مدیرہ سلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی … میگردد

… التفسیر العام ماخوذ من الحدیث … الرحیم

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت جمادی الاول سنہ ۱۳۴۶ھ

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

اُصول و مقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امتہ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ ہی پر شائع ہوتا ہے

(۳) رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۵ھ سے یہ رسالہ مع ٹائیٹل تین جز کا کردیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی دو روپے آٹھ آنے (عہ/)

(۴) سوائے اُن صاحبان کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے عہ/ کا وی پی روانہ ہوگا جس پر ۲/ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنہ کا وی پی پہنچے گا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونے کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک قیمت پیشگی نہ بھیجینگے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول سنہ ۱۳۴۶ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائیں گے۔ اور اگر الہادی کی جلد اول و دوم و سوم درکار ہو طلب فرمائیں مگر اسکی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصولڈاک۔

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

ترغیب ان آیات واذکار کے بارے میں جو صبح شام پڑھنی چاہئیں

حضرت معاذ بن عبداللہ بن خبیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ سخت اندھیری بارش والی رات کو اس ارادے سے چلے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کریں تاکہ آپ کے ہمراہ نماز پڑھیں۔ جب ہم آپ کی خدمت میں پہونچگئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "پڑھو" میں نے کچھ نہیں پڑھا (اور خاموش رہا کیونکہ میری سمجھ میں نہ آیا کہ کیا پڑھوں) آپ نے مکرر ارشاد فرمایا کہ "پڑھو" میں نے پھر کچھ نہ پڑھا پھر آپ نے تیسری مرتبہ ارشاد فرمایا کہ "پڑھو" (اب کی مرتبہ) میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا پڑھوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ صبح کے وقت اور شام کے وقت تین تین بار قل ھو اللہ اور معوذتین (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) پڑھا کرو یہ دسورتیں) تمام (دنیا کی بری بھلی) چیزوں سے تمہیں کفایت کرینگی۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے بلفظ روایت کیا ترمذی نے حسن صحیح غریب کہا نسائی نے مسند ومرسلاً روایت کیا۔

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی صبح کے وقت تین مرتبہ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ اور (اس کے ساتھ) آخر سورۃ الحشر کی تین آیتیں روزانہ پڑھ لیا کرے اللہ پاک ستر ہزار فرشتوں کو مقرر فرمائیں گے جو اس کے لئے شام تک دعا کرتے رہیں گے اور اگر وہ اسی دن میں مرجائیگا تو شہید ہوگا اور جو شام کو پڑھے گا۔ وہ بھی اس مرتبہ پر پہونچے گا۔ ترمذی نے اس حدیث کو خالد بن طہمان کی روایت سے نقل کیا اور غریب اور بعض نسخوں میں حسن غریب کہا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ (ترجمہ) بس تسبیح کیا کرو اللہ تعالیٰ کی شام کے وقت اور صبح کے وقت (اور ایک تم ہی کیا تسبیح کروگے) اُس کے لئے تو حمد (و تسبیح

ہوتی ہے) تمام آسمانوں اور زمین میں اور زوال کے بعد اور ظہر کے وقت (کیونکہ وہ تو ایسی عظیم الشان ذات ہے کہ) زندہ (جاندار) کو مردہ (بیجان) سے پیدا کرتا ہے اور مردہ (بیجان) کو زندہ (جاندار) سے (چنانچہ دیکھلو) وہ زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مرجانے (بالکل خشک ہوجانے) کے بعد ایسے ہی تمکو (بھی مرجانے کے بعد) پیدا کیا جائیگا) ان آیات کو پڑھے گا وہ تمام دن کی چھوٹی ہوئی نیکیوں (کے ثواب) کو پائیگا اور جو شخص شام کے وقت پڑھے گا وہ تمام رات کی چھوٹی ہوئی نیکیوں کا ثواب پائیگا۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا اور کوئی تضعیف وغیرہ نہیں ہاں بخاری نے اپنی تاریخ میں اس حدیث پر کلام کیا ہے۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ تمام استغفاروں کا سردار یہ استغفار ہے۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ وَاَبُوْءُ اِلَیْکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (ترجمہ اے اللہ تو میرا پروردگار ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تونے ہی مجکو پیدا کیا، میں تیرا بندہ ہوں، اور تیرے عہد (شریعت) کا اپنی طاقت کے موافق پابند ہوں، اور تیرے وعدہ (مغفرت) پر مطمئن ہوں اور (اپنے عجز اور کوتاہی کی وجہ سے) تیری بنائی ہوئی مہلک چیزوں (کاموں اور باتوں) سے تجھ سے ہی پناہ چاہتا ہوں، اور تیری نعمتیں جو مجھ (خاطی) پر ہوئی ہیں۔ تیری بارگاہ میں ان کا اعتراف کرتا ہوں اور اپنے گناہوں (اور خطاؤں) کا بھی اقرار کرتا ہوں لہذا اب آپ میرے گناہوں کو معاف فرماویں کیونکہ آپ کے سوا اور کوئی گناہ کو نہیں معاف کرتا اس استغفار کو جو شخص اخلاص و یقین کامل کے ساتھ پڑھے اور اس شب میں مرجائے وہ سیدھا جنت میں جائے گا اور جو شخص صبح کے وقت اخلاص سے پڑھے اور اسدن مرجائے وہ بھی سیدھا جنت میں جائیگا۔ اس کو بخاری اور نسائی نے ان الفاظ سے روایت کیا اور ترمذی نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ لا یقولھا احد حین یمسی فیاتی علیہ قدر قبل ان یصبح الا وجبت لہ الجنۃ ولا یقولھا حین یصبح فیاتی علیہ قدر قبل ان یمسی الا وجبت لہ الجنۃ ترجمہ جو شخص بھی ان کلمات (مذکورہ بالا) کو شام کے وقت پڑھے گا اور صبح سے پہلے اس کی موت آجائیگی

۲۸۴

اس کے لئے ضرور جنت واجب ہوجائیگی اور (ایسے ہی) جو شخص صبح کو پڑھے گا اور شام سے پہلے مرجائیگا اس کے لئے بھی ضرور جنت واجب ہوجائیگی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ کس قدر تکلیف پہونچی ہے مجھکو ایک بچھو سے جس نے کل رات میرے کاٹ کھایا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو اگر تم شام کے وقت بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (ترجمہ میں اللہ کے مکمل (اور مبارک) کلمات کے واسطے سے تمام مہلک مخلوق کے ضرر سے پناہ چاہتا ہوں) پڑھ لیتے تو تم کو بچھو کبھی نقصان (تکلیف) نہ پہونچاتا۔ امام مالک، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے اس حدیث کو روایت کیا اور ترمذی نے ان الفاظ کے ساتھ تحسین کی من قال حین یمسی ثلاث مرات اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق لم تضرہ حمۃ تلک اللیلۃ۔ جو شخص شام کے وقت اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق پڑھ لے وہ رات بھر زہریلے جانوروں کے زہریا ان کے ڈسنے سے محفوظ ہوجاتا ہے اور وہ نقصان نہیں پہونچا سکتے۔ سہیل راوی فرماتے ہیں کہ ہمارے گھر والوں نے اس عمل کو خوب یاد کرلیا تھا اور روزانہ رات کو پڑھ لیا کرتے تھے۔ ایک روز کسی زہریلے جانور نے ایک باندی کے کاٹ لیا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں مثل ترمذی کے روایت کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی روزانہ صبح شام سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سو مرتبہ پڑھ لیا کرے قیامت کے روز اس (کی برابر یا اس) سے افضل عمل کرے کوئی لیکر نہ آئیگا۔ بجز اس شخص کے جو بھی تسبیح اس کی برابر یا اس سے زائد پڑھتا ہوگا۔ مسلم نے انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا نیز نسائی ترمذی نے روایت کیا ابوداؤد نے قدرے تغیر کے ساتھ سبحان اللہ العظیم وبحمدہ روایت کیا۔ ابن ابی الدنیا اور حاکم بھی اس کے راوی ہیں حاکم کے الفاظ ہیں کہ جو شخص صبح وشام روزانہ سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا کرے اس کے تمام گناہ معاف ہوجاوینگے اگرچہ دریا کے جھاگوں سے بھی زائد ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

۲۸۵

کہ جو شخص لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیٔ قدیر
روزانہ سو مرتبہ پڑھا کرے تو یہ کلمات اس کے لئے سو غلاموں کی برابر (کار آمد) ہونگے
اور ان کے بدلے سو نیکیاں اس کے لئے لکھدی جائیں گی، سو برائیاں مٹادی جائیں گی
اور دن بھر کے لئے شیطان سے بچانے والے محافظ ہونگے، اور قیامت کے روز کوئی شخص
اس سے بڑھکر عمل لیکر نہ آئیگا بجز اس شخص کے جو اس سے زائد پڑھتا ہو اس کو بخاری مسلم
نے روایت کیا۔

حضرت ابان بن عثمان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان کو یہ کہتے ہوئے سُنا، کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ جو ہر روز صبح کے وقت اور ہر شب کو
شام کے وقت یہ کلمات پڑھتا ہو اور اسکو کوئی چیز نقصان پہنچا سکے بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ
اِسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (ترجمہ ہم خدا کے اس (مبارک) نام
سے امداد چاہتے ہیں جسکے نام سے آسمان وزمین کی کوئی چیز نقصان نہیں پہونچا سکتی اور وہ (ہماری
دعاؤں کو) سننے والا اور (حالوں کو) جاننے والا ہے (حضرت ابان راوی حدیث کے ایک پہلو پر
فالج کا اثر تھا وہ اس حدیث کے روایت کے وقت) ایک شخص انکی طرف دیکھنے لگا آپ نے فرمایا کیا
دیکھتا ہے یاد رکھ خدا کی قسم رسول اللہ کی حدیث ایسی ہی (سچی) ہے جیسے میں نے بیان کیا باقی (مجھ
پر جو فالج پڑا ہے) میں نے اس روز اس دعا کو نہیں پڑھا تھا تاکہ اللہ تعالیٰ کا نوشتہ پورا ہو (یعنی یہ فالج
پڑنا میری تقدیر میں تھا اس وجہ سے میں اس روز اس دعا کو نہ پڑھ سکا) اس حدیث کو ابوداؤد،
نسائی، ابن ماجہ نے روایت کیا ترمذی نے حسن غریب صحیح کہا ہے ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم
نے بھی روایت کیا اور صحیح الاسناد کہا۔

حضرت ام الدرداء ابوالدرداءؓ سے نقل کرتی ہیں کہ وہ فرماتے تھے، جو شخص صبح وشام سات
سات مرتبہ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ (مجھکو وہ خدا کافی
ہے کہ جسکے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں وہی عرش عظیم کا مالک ہے) یہ پڑھ لیا کرے تو
اللہ تعالیٰ اس کے تمام دشوار کاموں کو سہل فرمائیں گے سچا ہو یا جھوٹا۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے
ایسا ہی موقوفاً روایت کیا ہے ابن سنی وغیرہ نے اس کو مرفوعاً بھی نقل کیا ہے۔ نیز کہا جاسکتا ہے

۲۸۶

کہ اس قسم کے امور عقل واجتہاد سے نہیں بیان کئے جاتے لہذا اس کا مرتبہ مرفوع کے برابر ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی صبح وشام اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ اُشْھِدُكَ وَاُشْھِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلَآئِكَتِكَ وَجَمِیْعَ خَلْقِكَ اِنَّكَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ (ترجمہ اے اللہ! میں آپ کو، حاملین عرش کو اور آپ کے تمام فرشتوں کو آپکی تمام مخلوق کو گواہ بنا کر اقرار کرتا ہوں کہ آپ ایسے معبود ہیں کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے رسول ہیں) یہ دعا ایک مرتبہ پڑھ لیگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے چوتھائی حصہ کو نار جہنم سے آزاد کر دینگے اور جو دو مرتبہ کہے گا تو آدھے کو اور جو تین مرتبہ پڑھے گا تو تین حصوں کو اور جو چار مرتبہ پڑھے گا اس کو بالکل جہنم سے آزاد کر دینگے اس حدیث کو بلفظہ ابوداؤد نے روایت کیا ترمذی نے تحسین کی نسائی نے اِلَّآ اَنْتَ کے بعد وَحْدَكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ زیادہ کیا۔ طبرانی نے اوسط میں روایت کیا مگر بجائے آزاد کرنے کے اس طرح روایت کیا۔

کہ دن بھر میں جتنے گناہ کئے ہوں گے سب اللہ تعالیٰ معاف فرما دینگے اور اگر شام کے وقت یہ دعا پڑھی تو اللہ تعالیٰ رات بھر کے کئے ہوئے گناہ معاف فرما دینگے۔ اس طرح سے روایت ترمذی کے ہاں بھی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ صبح کے وقت پڑھے تو یہ اس کے لئے ایک عربی النسل غلام (کو آزاد کرنے) کی برابر (باعث ثواب) ہوگا اور دس حسنات لکھدی جاوینگی، دس گناہ معاف کر دیئے جاوینگے، دس مرتبے بڑھا دیئے جاوینگے۔ اور شام تک (اسکی بدولت) شیطان سے محفوظ رہے گا اور اگر شام کو کہا تو صبح تک حماد راوی حدیث کہتے ہیں کہ ایک شخص نے خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور عرض کیا کہ ابو عیاش آپ سے ایسا ایسا (حدیث بالا کی طرف اشارہ کرکے) نقل کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابو عیاش سچ کہتا ہے۔ ابوداؤد نے اس حدیث کو انہی لفظوں سے روایت کیا نسائی ابن ماجہ ابن سنی نے بھی روایت کیا مگر دعا میں اتنی زیادتی کی یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ باقی خواب کا قصہ باتفاق سب بیان کرتے ہیں۔

حضرت ابی سلام (ممطور حبشی یہی ہیں) سے مروی ہے کہ وہ ایک روز مسجد حمص میں بیٹھے ہوئے تھے ان کے سامنے سے ایک شخص گذرا لوگوں نے کہا کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں (یہ سنتے ہی فوراً) یہ انکے پاس آئے اور ان سے عرض کیا کہ آپ مجھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث ایسی بیان کیجئے جس کو لوگوں نے کثرت سے آپ سے نہ سُنا ہو فرمانے لگے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سُنا کہ جو شخص صبح شام یہ پڑھ لیا کرے رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم) رَسُوْلًا تو اللہ تعالیٰ اسکو ضرور رضامند (اور خوش) فرمائیں گے۔ ان الفاظ کے ساتھ اسیقدر ابو داؤد نے روایت کیا ترمذی کی روایت میں دعا کے اندر بِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا کے الفاظ ہیں لہذا مناسب ہے کہ دونوں کو جمع کر کے بِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا وَّرَسُوْلًا پڑھا جاوے۔

حضرت مُنَيْذِرْ (اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں افریقہ میں رہتے تھے) روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے جو شخص رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا صبح کے وقت پڑھ لیا کرے میں اسکے لئے کفیل ہوں اس کا ہاتھ پکڑ کے جنت میں داخل کردوں گا۔ اس کو طبرانی نے باسناد حسن روایت کیا۔

حضرت عبد اللہ بن غنام بیاضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے صبح کے وقت یہ دعا پڑھ لی۔ اَللّٰهُمَّ مَا اَصْبَحَ بِيْ مِنْ نِّعْمَةٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ فَلَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ (ترجمہ اے اللہ آج صبح جس قدر نعمتیں آپ کی مجھ پر یا آپ کی کسی مخلوق کی کسی فرد پر ہوئی ہیں وہ سب آپ کی اور صرف آپ کی جانب سے ہیں کوئی آپ کا شریک نہیں لہذا آپ کے واسطے ہی حمد ہے اور آپ ہی کے واسطے شکر ہے) تو اس شخص نے دن بھر کا شکریہ ادا کر لیا۔ اور جس نے شام کو یہ دعا پڑھ لی اُس نے رات بھر کا شکریہ ادا کر لیا۔ ابو داؤد اور نسائی نے ان لفظوں کے ساتھ روایت کیا اور ابن حبان نے بروایت ابن عباس انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا صرف شام کا ذکر نہیں کیا ممکن ہے کہ میری بیاض سے ہی ساقط ہو گیا ہو۔

حضرت عمرو بن شعیبؒ اپنے والد سے اور وہ اپنے باپ (عمرو کے دادا) سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو آدمی سو مرتبہ صبح اور سو مرتبہ شام سُبْحَانَ اللّٰہ پڑھ لیا کرے تو (اس کا ثواب) سو حج کرنے والے کے برابر ہوگا اور جو شخص (ایسے ہی) سو مرتبہ صبح اور سو مرتبہ شام اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھ لیا کرے تو (اس کا ثواب) سو مجاہدوں کو اللہ کے راستے میں سو گھوڑے دینے والے کے مانند ہوگا۔ یا آپ نے فرمایا (شک راوی ہے) اللہ کی راہ میں سو لڑائیاں لڑنے والے کے مانند (ثواب) ہوگا اور جو شخص سو مرتبہ صبح اور سو مرتبہ شام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھ لیا کرے تو اس کا ثواب) سو غلام عربی النسل آزاد کرنے والے کی برابر ہوگا اور جو شخص سو مرتبہ صبح اور سو مرتبہ شام اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھ لیا کرے تو (سمجھنا چاہیے) کہ اس روز (اس کی برابر) اس سے زائد کسی نے کوئی کام (ثواب کا) نہیں کیا بجز اس شخص کے جو یہی کلمات اسقدر یا اس سے بھی زائد پڑھ لے۔ ترمذی نے اس حدیث کو بروایت ابی سفیان الحمیری جن کا نام سعید بن یحییٰ ہے عن الضحاک بن حمزۃ عن عمرو بن شعیب روایت کیا ہے اور حسن غریب کہا ہے حافظ فرماتے ہیں ابو سفیان اور ضحاک اور عمرو بن شعیب پر کلام آگے آئیگا نسائی نے کچھ الفاظ کے اختلاف کیساتھ روایت کیا۔ ترجمہ ان کا یہ ہے جس شخص نے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھا۔ تو یہ سو اونٹنیوں سے افضل ہے اور جس نے سو مرتبہ الحمد للہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے پڑھا تو یہ ان سو گھوڑوں سے افضل ہے جن پر مجاہدین کو (خدا کے راستے میں جہاد کرنے کے لئے) سوار کرادیا جاوے اور جو شخص آفتاب نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھے تو یہ سو غلام آزاد کرنے سے افضل ہے اور جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ سو مرتبہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے پڑھ لیا کرے تو قیامت کے روز کوئی شخص اس (کی برابر یا اس) سے افضل عمل لیکر نہ آئے گا سوائے اس شخص کے جو انہی کلمات کو اس کی برابر یا اس سے زائد پڑھا کرے۔

حضرت عبد الحمید موسیٰ بن ہاشم سے مروی ہے کہ انکی والدہ نے ان سے بیان کیا (انکی والدہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی صاحبزادی کی خادمہ تھیں) کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی صاحبزادی (رضی اللہ عنہا) فرماتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں پڑھایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ صبح کے وقت سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَاْ لَمْ یَکُنْ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْماً (پڑھا کرو اور یاد رکھو کہ) جو شخص صبح کے وقت ان کلمات کو پڑھے گا وہ یقیناً شام تک محفوظ رہے گا۔ اس کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا۔ ام عبد الحمید کو میں نہیں پہچانتا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت اور شام کے وقت کبھی ان کلمات کو نہیں چھوڑتے تھے۔ (اور برابر پڑھا کرتے تھے) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَاَھْلِیْ وَمَالِیْ اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِیْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِیْ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنِیْ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَمِنْ خَلْفِیْ وَعَنْ یَمِیْنِیْ وَعَنْ شِمَالِیْ وَمِنْ فَوْقِیْ وَاَعُوْذُ بِعَظَمَتِکَ اَنْ اُغْتَالَ مِنْ تَحْتِیْ

(ترجمہ اے میرے اللہ میں آپ سے دنیا اور آخرت میں (گناہوں سے) معافی اور صحت و تندرستی چاہتا ہوں؛ اے اللہ میں آپ سے اپنی دین دنیا، مال اولاد میں امن امان کی درخواست کرتا ہوں! اے اللہ میرے عیوب کو چھپالے اور میری پریشانیوں کی جانب سے مجھے اطمینان دیجئے۔ اے اللہ آپ مجھکو (مصائب اور تکالیف سے ہر طرف سے) بچائیے آگے سے پیچھے سے داہنے سے بائیں سے اور (خاصکر) آپ کی عظمت کی پناہ ہے (پیروں کے) نیچے کی ہلاکت (یعنی دہنے) سے۔ وکیع بن الجراح کہتے ہیں کہ نیچے کی ہلاکت سے مراد خسف (دہنا) ہے ابوداؤد نے انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا نیز نسائی ابن ماجہ حاکم نے روایت کیا اور حاکم نے صحیح الاسناد کہا۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ (یہ ارض روم میں رہتے تھے) روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص صبح ہی صبح دس مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھ لے اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس نیکیاں لکھدینگے۔ دس گناہ معاف کر دینگے۔ اور یہ کلمات (ثواب میں) دس غلاموں کے (آزاد کرنے) کی برابر ہو جائیں گے اور اللہ پاک (انکی بدولت) اسکو شیطان سے محفوظ رکھینگے

سلسلہ تسہیل المواعظ کی جلد دوم کا پہلا وعظ

مسمّٰی بہ

اسلام کی تکمیل

منتخب از تکمیل الاسلام وعظ نہم دعوات عبدیت حصہ سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ ماثورہ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
یٰایّھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقٰتہٖ ولا تموتُنّ الا وانتم مسلمون واعتصموا بحبل اللہ
جمیعًا ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً فالّف بین قلوبکم فاصبحتم
بنعمتہٖ اخوانًا وکنتم علٰی شفا حفرۃٍ من النار فانقذکم منھا کذٰلک یبیّن اللہ لکم اٰیٰتہٖ
لعلکم تھتدون ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر
واولٰئک ھم المفلحون ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءھم البیّنٰت
واولٰئک لھم عذاب عظیم یوم تبیضّ وجوہ وتسودّ وجوہ فاما الذین اسودّت وجوھھم
اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون واما الذین ابیضّت وجوھھم ففی
رحمۃ اللہ ھم فیھا خٰلدون تلک اٰیٰت اللہ نتلوھا علیک بالحق وما اللہ یرید
ظلمًا للعٰلمین وللہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض والی اللہ ترجع الامور ۝ ترجمہ اے
ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو ڈرنے کا حق اور سوائے اسلام کے اور کسی حالت پر
جان مت دینا اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالےٰ کے سلسلہ کو اس طور پر کہ آپسمیں

سب اتفاق سے بھی رہو اور آپس میں نااتفاقی مت کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اسکو یاد کرو جبکہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارہ تھے سو اس سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچائی اسی طرح اللہ تعالیٰ تمکو اپنے احکام بیان کرکے بتلاتے رہتے ہیں تاکہ تم راہ پر رہو اور تم میں ایک جماعت ایسی ہو نا ضروری ہے کہ بھلائی کی طرف بلایا کریں اور نیک کاموں کا حکم کیا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں اور ایسے لوگ اپنی مرادیں پوری پائیں گے اور تم لوگ ان لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنھوں نے آپس میں جدائی کرلی اور آپس میں اختلاف کرلیا بعد اس کے کہ ان کے پاس بہت کھلے ہوئے صاف صاف حکم پہونچ چکے تھے۔ اور ان لوگوں کے لئے بڑی بھاری سزا ہوگی اس روز کہ بعض چہرے اس میں سفید ہو جاوینگے اور بعضے چہرے سیاہ ہونگے سو جنکے چہرے سیاہ ہوگئے ہونگے ان سے کہا جاوے گا کہ تم لوگ کافر ہوئے تھے ایمان لانیکے بعد اب سزا چکھو بسبب اپنے کفر کے اور جن کے چہرے سفید ہوگئے ہونگے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو صحیح صحیح طور پر ہم تمکو پڑھکر سناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ مخلوقات پر ظلم کرنا نہیں چاہتے اور اللہ ہی کی چیز ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ ہی کی طرف سب مقدمے لوٹائے جائیں گے ان آیتوں کے متعلق یہ مضمون ہیں۔

(۱) صاحبو! اس سے پہلے کہ میں ان آیتوں کے بارے میں کچھ بیان کروں دو باتیں عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں ایک تو یہ کہ اگرچہ میں نے اس وقت پورا رکوع پڑھا ہے مگر میں بیان مختصر ہی کروں گا۔ کیونکہ زیادہ بیان کرنے میں لوگوں کا حرج ہوگا اور خاصکر ان لوگوں کا جنکے تمام وقت کاموں میں گھرے ہوئے ہیں۔ اس لئے بیان مختصر کروں گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ وعظ اصل میں روح کی بیماریوں کا علاج ہے کیونکہ اس کا خلاصہ یہی ہے کہ روحانی بیماریوں کو پہچان کر ان کا علاج بتلا دیا جاوے یہ بات میں نے اس لئے عرض کردی تاکہ وعظ سننے والونکو یہ بات معلوم ہو جائے کہ وعظ سننے کے وقت کیا نیت رکھیں اور وجہ اس کی عرض کرنے کی یہ ہوئی کہ لوگوں کی حالت دیکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ سننے والوں کی وعظ

وعظ روحانی علاج ہے

سننے سے طرح طرح کی غرضیں ہوتی ہیں۔ بعض لوگوں کی غرض تو یہ ہوتی ہے کہ وعظ کہنے والے کی جن جن باتوں پر اعتراض ہو سکے انہیں چھانٹ لیں مگر ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ بعضوں کی نیت یہ ہوتی ہے کہ وعظ سننے میں مزہ آئے گا۔ صاحبو! اس میں شک نہیں کہ اللہ و رسول کے ذکر میں مزہ ضرور ہے لیکن ہر چیز کی ایک اصلی غرض ہوتی ہے سو وعظ سننے کی اصلی غرض تو یہ ہے کہ اپنے عیبوں کو معلوم کرے اور ان کے دور کرنے کی فکر میں لگے۔

بعضوں کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ہمکو وعظ میں شریک ہونے سے ثواب ہوگا سو خوب سمجھ لو کہ اگرچہ اس میں شریک ہونے سے ثواب ضرور ہوتا ہے۔ لیکن اصلی غرض یہ بھی نہیں ہے کیونکہ ثواب کے لئے تو اور بہت سے کام ہیں۔ نماز، روزہ، قرآن شریف کی تلاوت اگرچہ اس کے معنی نہ سمجھتا ہو یہ سب کام ثواب کے ہیں۔ ثواب کچھ اس پر موقوف نہیں کہ راستہ طے کرکے وعظ میں شریک ہو اور اپنا وقت صرف کرے۔ بلکہ گھر بیٹھے عبادت کرنے سے بھی ثواب ملجاتا ہے پس معلوم ہوا کہ وعظ سے اصلی غرض یہ ہے کہ انسان یہ دیکھے کہ مجھ میں کیا کیا مرض ہیں اور جتنے مرض وعظ میں بیان کئے گئے ہیں۔ اُن میں سے میرے اندر کون کون سے پائے جاتے ہیں اور جو پائے جاتے ہیں ان کا علاج کیا ہے اصلی غرض تو بس یہی ہے اور اس غرض کے سوا جتنی غرضیں ہیں وہ اصلی غرض نہیں اور جب یہ ہے تو معلوم ہو گیا ہوگا کہ اگر کسی وعظ میں ذرا بھی لذت نہ آئے تو اُس کی پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ دیکھئے آپ نے کبھی حکیم سے نسخہ لکھوا کر یہ انتظار نہ کیا ہوگا کہ آپ کو اس میں لذت بھی آوے کیونکہ اصلی غرض نسخہ سے یہی ہوتی ہے کہ مرض پہچان میں آجائے کہ کیا ہے اور علاج کرنے سے وہ بالکل جاتا رہے بس یہی غرض وعظ میں بھی ہونی چاہئے کہ ہم میں کیا کیا مرض ہیں اس کے سوا ساری غرضوں کو بھلا دینا چاہئے اور اصل میں بڑی بات یہی ہے اور قرآن مجید میں جتنے قصے آئے ہیں اُن سے یہی غرض ہے کہ ہم لوگ اپنی حالت کو پہلے لوگوں کی حالت سے ملائیں اور دیکھیں کہ انھوں نے کیا کیا اور اس کا ان کو کیا پھل ملا اگر ہم ایسا کرینگے تو ہمکو بھی وہی پھل ملے گا تو اب معلوم ہو گیا ہوگا کہ وعظ کی اصلی غرض یہی ہے جو کچھ بیان ہوا اس کو اپنی حالت سے ملا کر دیکھا جائے پس میں آپ سے

یہی چاہتا ہوں کہ جو کچھ میں بیان کروں اسے اپنی حالت سے ملا کر دیکھئے اس وقت جو کچھ
خرابیاں ہو رہی ہیں وہ سب اسی سبب سے ہیں۔ کہ ہم اپنی حالت کو نہیں دیکھتے بلکہ جو کچھ
سنتے ہیں اسے یوں سمجھتے ہیں کہ دوسروں کے حق میں کہا جا رہا ہے یہ کبھی شبہ بھی نہیں
ہوتا کہ ہمارے اندر بھی یہ مرض ہے بس اب میں بیان شروع کرتا ہوں اور اول مختصر
طور پر یہ بتلائے دیتا ہوں کہ اس وقت جو مضمون میں بیان کروں گا وہ کیا ہے سو وہ یہ ہے
کہ اسلام اصل میں کس چیز کا نام ہے تاکہ اندازہ ہو جائے کہ ہم جو اپنے آپ کو مسلمان
کہتے ہیں آیا یہ سچ ہے یا نہیں کیونکہ صرف زبان سے اپنے کو مسلمان کہہ لینے سے آدمی مسلمان
نہیں ہو سکتا اس میں شک نہیں کہ آجکل مسلمان ہوش میں آگئے ہیں اکثر لوگوں کو اپنے
اسلام کی طرف توجہ ہو رہی ہے غفلت کی شکایت اب بہت کچھ دور ہو گئی ہے لیکن نری
ہوشیاری سے کام نہیں چلتا جب تک کہ نہ معلوم ہو کہ اسلام ہے کیا چیز۔ دیکھو اگر ایک
شخص کو یہ معلوم ہو کہ مال کے حاصل کرنے کی ضرورت ہے لیکن نہ اُسے یہ معلوم ہو کہ مال
ہے کیا چیز اور نہ اُسے مال کے کمانے کا طریقہ معلوم ہو تو اس شخص کا اس جان لینے سے
کیا کام چلتا ہے کہ مال ضرورت کی شئے ہے کچھ بھی نہیں بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ اسے بتلایا
جائے کہ مال اسے کہتے ہیں کیونکہ شاید یہ شخص ایک پیسہ کو بھی مال سمجھتا ہو۔ اور ایک پیسہ کما کر
اپنے کو مالدار سمجھنے لگے تو کیا کوئی شخص اسکو مالدار سمجھے گا ہرگز نہیں بلکہ اُسے پاگل کہے گا کیونکہ
ایک پیسہ بھی کوئی مال ہے یوں ہر شخص اپنے کو مالدار سمجھ سکتا ہے۔ پس جبکہ ہم دین کے بہت سے
کام چھوڑے ہوئے ہیں تو اس حالت میں ہمارا یہ دعویٰ کرنا کہ ہم مسلمان ہیں۔ ایسا ہی دعویٰ ہے
جیسا اس شخص کا دعویٰ تھا جس نے ایک پیسہ کما کر مالدار ہونیکا دعویٰ کیا تھا اور جس طرح
اسے پاگل کہا گیا یوں ہی ہمکو بھی پاگل کہا جائے گا۔ البتہ ہمارا دعویٰ مسلمانی اس وقت
قبول کرنیکے لائق ہوگا جب ہمارے پاس اس قدر ایمان ہو جس سے اس کی غرض یعنی نجات
پوری طرح حاصل ہو سکے ورنہ ہمارا دعویٰ ایسا ہی ہے جیسے اس ایک پیسہ والے کا مالدار
ہونیکا دعویٰ تھا۔ اور مثال لیجئے خوبصورت اس کو کہیں گے جس کی آنکھ ناک سب درست
ہوں ورنہ اگر کسی خوبصورت کی ناک کاٹ لی جائے اور وہ ناک پر ہاتھ رکھکر آئے تو اس وقت

اس وقت کے بیان کا مقصود کہ اسلام اصل میں کس چیز کا نام ہے معلوم ہو

نری توجہ سے کام نہیں چلتا

ہمارا اسلام کا دعویٰ کیسا ہے

تو ظاہر میں تو خوبصورت معلوم ہو گا۔ لیکن اگر کوئی ہاتھ ہٹا دے تو پھر دیکھئے کہ ساری خوبصورتی
کرکری ہو جائے گی تو صاحبو! جیسے ظاہر کی خوبصورتی ہے ایسی ہی باطن کی بھی خوبصورتی
ہے۔ جب ہر بات کمال کے ساتھ ہو گی تب کہیں باطن کے اعتبار سے خوبصورت کہہ سکتے
ہیں اور باطن کی خوبصورتی ہی کا نام مسلمانی ہے پس معلوم ہو گیا کہ مسلمان اور باطن کے
اعتبار سے خوبصورت وہی ہے۔ جس کی ہر بات کمال کے ساتھ ہو ورنہ اس کا اسلام اور
باطنی خوبصورتی ایسی ہی ہے۔ جیسے آپ کسی دوست سے کہیں کہ ہمکو ایک آدمی کی ضرورت ہے۔
اور وہ شخص ایک مدت کے بعد آپ کے پاس ایک ایسے آدمی کو چارپائی پر ڈال کر لائے
جس کے اندر تمام بیماریاں موجود ہیں آنکھیں بھی نہیں کان بھی نہیں ہاتھ پیر بھی بیکار ہیں
عقل بھی درست نہیں البتہ جاندار ہے کہ اگر اس کو کوئی مار ڈالے تو قانون کے حکم
سے اس کو پھانسی ہو جائے مگر کیا اس آدمی سے آپ کی کوئی غرض پوری ہو سکتی ہے
ہرگز نہیں۔ اور کیا آپ تعجب کے ساتھ اس دوست سے نہ پوچھیں گے کہ اس گوشت کے
لوتھڑے کو کیوں لائے ہو اب اگر وہ دوست یہ کہے کہ میں آپ کے واسطے آدمی لایا ہوں
کیونکہ آپ نے فرمائش کی تھی کہ ہمکو ایک آدمی لا دو تو آپ یقیناً اس جواب پر ہنسیں گے
اور کہیں گے کہ اگرچہ یہ قانون کی رو سے آدمی ہے اور آدمی کا نام اس پر صادق آتا ہے
لیکن جب اس سے میری غرض حاصل نہیں تو یہ میرے لئے تو آدمی نہیں ہے جب
یہ سمجھ میں آگیا تو اب سمجھئے کہ اسلام سے مقصود یہ ہے۔ کہ پوری طرح نجات حاصل ہو جائے
مگر آجکل کے عقلمندوں نے سمجھ رکھا ہے کہ مذہب سے غرض صرف یہ ہے کہ اس سے ہماری
ایک قوم بنجائے اور ہمارے اندر اس سے اتفاق کی شان پیدا ہو جائے اس وقت
اکثر لوگوں نے اسلام کی غرض یہی سمجھی ہے اسی وجہ سے اکثر لوگ اسلام کی طرف
قومیت کے خیال سے توجہ کرتے ہیں جس کی دلیل یہ ہے کہ ان میں مذہبی رنگ نہیں ورنہ
اگر مذہب کے لحاظ سے توجہ کرتے تو مذہبی رنگ بھی ان میں ضرور پیدا ہوتا میں ایک
انجمن میں بلایا گیا اس کی حالت جو تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اس کے ممبروں کی آمدنی
شریعت کے موافق ہے نہ ان کے چال چلن درست ہیں میں نے بلانے والے سے

کہا کہ آپ لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ انجمن والوں کی غرض قوم کی خیر خواہی ہے لیکن اگر قوم کے
خیر خواہ ہیں تو اپنے خیر خواہ کیوں نہیں، اور جب انھوں نے اپنی ساتھ خیر خواہی نہیں کی اور
اپنی حالت درست نہیں کی تو کیسے مان لیا جائے کہ ان کو قوم سے خیر خواہی اور اس کے
حال پر توجہ ہے۔

صاحبو! میں قوم کے خیر خواہوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ جب تک وہ اپنی درستی
نہ کرینگے اس وقت تک ان کی خیر خواہی کچھ بھی اثر نہ کرے گی اور نہ انکی خیر خواہی کوئی تسلیم
کریگا۔ اسی کو خدا تعالے فرماتے ہیں کہ تم اور لوگوں کو تو بھلائی کا حکم کرتے ہو اور خود اپنے
نفسوں کو بھولے جاتے ہو یعنی خود آپ تو بھلے کام کرتے نہیں اور دوسروں کو نیک کام
کرنے کو کہتے ہو۔ تو ان حالتوں ہی کو دیکھکر یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام کی طرف توجہ مذہب
کے خیال سے بہت کم لوگوں کو ہے بلکہ اسلام کی طرف توجہ صرف قوم کے لحاظ سے رہ
گئی ہے کہ جیسے اپنے زمانہ کی دوسری قوموں کو دیکھتے کہ وہ مذہب کے ذریعہ سے
اپنی جماعت تیار کر رہے ہیں اسی طرح ہم خود بھی ان کے قدم بقدم چلتے ہیں اور بڑی
علامت اس کی یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی اصلاح کچھ بھی نہیں کرتے اور میں کچھ انہی کی
شکایت نہیں کرتا بلکہ اپنی بھی شکایت کرتا ہوں کہ ہم بھی درستی کی فکر سے خالی ہیں چنانچہ
ہم لوگ اگرچہ شراب نہیں پیتے زنا نہیں کرتے لیکن غیبت میں ہم بھی پھنسے ہوئے ہیں اگر ہم
نے زنا کو خدا کا گناہ سمجھکر چھوڑا ہے تو دوسرے گناہوں کو کیوں نہیں چھوڑتے معلوم
ہوا کہ شراب وغیرہ کو ہم نے گناہ ہونیکی وجہ سے نہیں چھوڑا بلکہ خاندان اور وضع کے
خلاف ہونے سے چھوڑا ہے کہ شراب کبھی ہمارے باپ دادانے بھی نہیں پی تھی اگر ہم
پئیں گے تو سخت رسوائی ہوگی۔ تو شراب کو رسوائی سے بچنے کی غرض سے چھوڑا نہ
کہ شریعت کی مخالفت کی وجہ سے لیکن غیبت چونکہ باپ دادا سب کرتے چلے آئے ہیں
اس کو عیب نہیں سمجھتے اس لئے اس کے چھوڑنے پر کبھی توجہ نہیں ورنہ گناہ ہونے
میں تو شراب پینا اور غیبت کرنا دونوں برابر ہیں۔ غرض کہ گناہ کو گناہ ہونے کی وجہ
سے چھوڑنا چاہئے اور چونکہ گناہ ہونے میں غیبت کرنا اور شراب پینا اور سارے گناہ برابر ہیں

اس لئے سب ہی کو چھوڑ دینا چاہئے اور ایسا نہ کرنا چاہئے جیسے بعض لوگ اپنی بزرگی میں بٹہ لگنے کے خیال سے شراب تو چھوڑ دیتے ہیں مگر غیبت نہیں چھوڑتے کیونکہ اس سے عوام کی نظروں میں بزرگی کم نہیں ہوتی اس بزرگی پر جو گناہ سے بھی نہیں جاتی مجھے ایک حکایت یاد آئی حکایت تو بے تمیزی کی ہے لیکن آجکل کی بزرگی کا پورا فوٹو ہے مشہور ہے کہ ایک آوارہ عورت تھی بی بی تمیزہ۔ اس کو کسی بزرگ نے نماز کا پابند کر دیا تھا اور وضو بھی سکھلا دی وہ سمجھے تھے کہ نماز کی بدولت یہ بدکاری بھی چھوڑ دے گی۔ پانچ چھ مہینہ کے بعد ان بزرگ کو دوبارہ ادھر آنے کا اتفاق ہوا تو پوچھا بی بی نماز پڑھا کرتی ہو۔ کہنے لگی جی ہاں۔ اُنھوں نے کہا کہ وضو بھی کیا کرتی ہو کہنے لگی آپ وضو کرا تو گئے تھے۔ بس اسی وضو سے نماز پڑھ لیتی ہوں تو جیسے اُس بی بی تمیزہ کا وضو تھا کہ وہ نہ سونے سے ٹوٹتا تھا نہ بدکاری سے ایسی ہی آجکل کی بزرگی بھی ہے کہ کسیطرح ٹوٹتی ہی نہیں۔ بس عوام بزرگی اسی کو سمجھتے ہیں کہ ظاہری حالت کو درست کرلیں رہا باطن اس کی جو حالت بھی ہو۔ اور جیسے یہ پرانے لوگوں کی شکایت تھی۔ ایسی ہی مجھے نئی وضع کے لوگوں سے یہ شکایت ہے کہ انھوں نے اسلام کو بالکل ہی نہیں سمجھا کیونکہ اسلام سے مقصود نجات کامل ہے اور وہ حاصل ہوتی ہے کامل اسلام سے جیسے مالداری سے مقصود عیش و آرام تھا اور وہ حاصل ہوتا ہے خوب مالدار ہونے سے نہ کہ پیسہ دو پیسہ سے پس اب معلوم کرنا چاہئے کہ اسلام کامل کیا ہے میں اس کے متعلق مختصر بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اے مسلمانوں ڈرو خدا سے جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمکو سوائے اسلام کے کسی حالت پر موت نہ آنا چاہئے۔ یہ ایک آیت کا ترجمہ ہے اس ترجمہ سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس میں خدا تعالےٰ نے ایمان والوں کو ایک کام کا حکم کیا ہے اور ایک کام سے ممانعت کی ہے حکم تو یہ ہے کہ خدا سے ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور ممانعت کا حاصل یہ ہے کہ سوائے اسلام کے کسی حالت پر مت مرو اور چونکہ یہ دونوں باتیں ایک ہی آیت میں بیان کی ہیں اس لئے ان دونوں میں کچھ علاقہ ضرور ہو گا ورنہ ان دونوں باتوں کو ایک آیت میں جمع نہ کرتے پس یہ صاف دلیل ہے اس کی کہ خدا تعالیٰ سے ڈرنا اور مسلمان رہنا دونوں کا خلاصہ ایک ہی ہے پس معلوم ہوا کہ مسلمان وہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے

ڈرے جیسا کہ ڈرنا چاہئے اور اسی پر جمارہے ورنہ وہ مسلمان کامل نہیں اور اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ سے پوری طرح ڈرنے ہی کا نام اسلام کامل ہے اور جب اسلام کامل یہ ہے تو اب دیکھئے کہ آپ میں یہ اسلام ہے یا نہیں۔ سو اس لئے اول آپ پوری طرح ڈرنے کی تفسیر دیکھ لیجئے اگر وہ حاصل ہے تو ایمان کامل حاصل ہے ورنہ نہیں تو بعض نے تو اس کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ تابعداری کی جاوے اور خلاف حکم نہ کیا جاوے اور بعض نے یہ لکھا ہے کہ شکر کیا جائے اور ناشکری نہ کی جائے اسی طرح اور بھی مطلب بیان کئے ہیں مگر خلاصہ سب یہ ہے کہ اسلام کے تمام حکموں پر عمل کیا جائے جن کاموں کے کرنیکا حکم ہے انکو کریں اور جن سے بچنے کا حکم ہے اُن سے بچیں اور دوسری تفسیر میں شکر کرنے اور ناشکری نہ کرنے کا ذکر مثال کے طور پر ہے مقصود یہی ہے کہ سب حکموں پر عمل کیا جائے۔ پس اسلام کامل تو یہ ہے۔ مگر آجکل لوگوں نے اسلام کی حقیقت اور ہی کچھ سمجھ رکھی ہے ڈاکٹروں نے دواؤں کا ست نکالا تھا مگر اس وقت کے عقلمندوں نے اسلام کا ست نکالا ہے کہ اپنے خیال کے موافق کچھ چیزیں تو اسلام میں داخل سمجھ لیں اور کچھ چیزیں اسلام سے نکال دیں مگر صاحبو ست اس چیز کا نکلا کرتا ہے جس میں کوئی فضول چیز بھی شامل ہو۔ اگر کسی کا یہ خیال ہے تو خدا تعالیٰ پر اعتراض ہے۔ صاحبو اسلام کی کوئی بات بھی چھوڑنے کے قابل نہیں۔ دیکھئے حضرت عبد اللہ بن سلامؓ کو ایک مرتبہ یہ خیال ہوا کہ اگر میں اونٹ کا گوشت نہ کھاؤں تو یہ اسلام کے خلاف تو نہ ہوگا کیونکہ اونٹ کا گوشت کھانا اسلام میں کچھ فرض نہیں اور اس سے توریتؑ پر عمل ہو جائے گا۔ کیونکہ توریت میں اونٹ کے گوشت کھانے کی ممانعت تھی۔ اس پر یہ آیت نہایت زور وشور کے ساتھ اتری۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً ط الآیہ اے ایمان والو تم پورے پورے اسلام میں داخل ہو ادھورے مسلمان نہ بنو۔ جس میں حضرت عبد اللہ بن سلام کو بتلایا گیا ہے کہ اسلام کے بعد کسی حلال چیز سے پرہیز کرنا ایمان کا نقصان ہے خیال کیجئے کہ گوشت کھانا بھی کیا کوئی ضروری بات تھی مگر جب اس کے چھوڑ دینے کو ثواب کی بات سمجھا تو کس قدر زور وشور کے ساتھ اس خیال سے روکا گیا (باقی آئندہ)

تفسیر میں علماء کا نام سے تحصیں قرآن شریف کا مطلب بیان کیا گیا ہے۔

لوگوں نے اسلام کو کچھ اور ہی چیز سمجھ رکھا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دین کو چھوڑنا خدا تعالیٰ کی طرف سے ناپسند کیا گیا

ح۔ کہ وہ باتیں ایسی صاف بیان ہوئی ہیں کہ ان کے سمجھنے میں مطلق دقت نہیں ہوئی۔ اور اختلاف کی نوبت نہیں آئی ثابت ہوا کہ ہر مذہب میں دو قسم کی باتیں ہیں۔ اسیکو قطعی۔ اور ظنی کہتے ہیں۔ جو جواب اس اشکال کا کوئی مذہب والا دیگا وہی اسلام کے لیے کافی ہوگا اگر کوئی کہے کہ علمار کا اختلاف مذہبی تحقیقات کے قطعیت اور ظنیت کیوجہ سے نہیں بلکہ علمار کی سمجھ کے اختلاف کیوجہ سے ہے۔ سو اول تو یہی جواب اہل اسلام کے لئے بھی کافی ہے۔ دوم یہ کہ ہمہ جواب اس اشکال کے دفعیہ کے لئے کافی نہیں کیونکہ اسپر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کو قادر مطلق بھی سب مانتے ہیں پھر یہ بات بھی تو قدرت میں تھی کہ اختلاف سمجھوں میں نہ پیدا کرتے۔ سب کو مذہب کی سمجھ ایسی دیدیتے کہ جیسے آنکھ کو دن کے موجود ہوجانے کی سمجھ دی ہے کہ دیکھتے ہی بلا شک وشبہ پہچان لیتی ہے اگر ہزار آدمی آنکھ والے بھی ہوں تو دن کے موجود ہونے میں اختلاف نہ ہوگا۔ سب کو یکساں ادراک ہوتا ہے پھر باوجود قادر مطلق ہونے کے ایسی سمجھیں مختلف کیوں پیدا کیں دو حال سے خالی نہیں یا تو سمجھ سب میں خدا تعالےٰ سے یکساں پیدا نہو سکیں یا قصداً باوجود قدرت کے ایسا کیا شق اول تو باطل ہے کیونکہ خلاف مفروض ہے سب خدا تعالیٰ کو قادر مطلق مانتے ہیں لامحالہ دوسری شق رہی کہ قصداً سمجھوں میں اختلاف پیدا کیا۔ اسپر وہ اشکال پھر لوٹ آیا کہ مذہب کی بعض باتیں ظنی ہوگئیں خواہ وہ بیان صاف نہونے کی وجہ سے ہوں یا سمجھ ناقص پیدا ہونے کی وجہ سے ہوں اگر صاف بیان نہونا علم کے ناقص ہونے کی دلیل ہے تو سمجھ کا ناقص پیدا ہونا قدرت کے ناقص ہونے کی دلیل ہے جیسے قصور علم خدا تعالیٰ کے لیے عیب ہے ایسی ہی قصور قدرت بھی عیب ہے۔ فما ہو جوابکم فہو جوابنا (اس اشکال کا جواب کسی مذہب والے کے پاس نہیں اگر ہے تو اہل اسلام ہی کے پاس ہے۔ وہ جواب وہ ہے جو آگے جواب تحقیقی کے نام سے آتا ہے) پہلا جواب الزامی ختم ہوا۔

خلاصہ اس جواب الزامی کا یہ ہے کہ یہ اشکال کہ بعضی باتیں شریعت کی قطعی اور بعضی ظنی (یعنے قطعی درجہ دوم) کیوں ہیں سب یکساں کیوں نہیں نہ صرف مذہب اسلام پر ہی وارد ہوتا ہے۔ بلکہ جملہ مذاہب پر وارد ہوتا ہے اور جو جواب کسی مذہب کا اس کے لیے کافی ہو سکتا ہے وہی سب کو کافی ہو سکتا ہے تو اب یا تو مذہب کو مطلقاً چھوڑ اجائے۔ اور

دہریت کیوں اختیار کیجاوے۔ یہ طریقہ خود بداہتہً باطل ہے اسپر یہاں دلیل لانے کو ہم غیر ضروری
سمجھتے ہیں کیونکہ تمام مذہب والوں کا اسپر اجماع اور اتفاق ہے کہ مذہب ضروری چیز ہے اور
دہریت باطل ہے (اس کا بیان توضیح کے ساتھ حدوث مادہ کے بیان میں آتا ہے) تو لامحالہ
کسی مذہب ہی کو اختیار کرنا پڑے گا اس صورت میں کسی مذہب والے کو اہل اسلام پر یہ اشکال
کرنے کا موقع نہیں کیونکہ خود بھی وہ اسکا جواب دہ ہے (یاد رہے کہ اسلام میں اس کا جواب
بہت شافی وکافی موجود ہے جو جواب تحقیقی کے نام سے آتا ہے۔ دیگر کسی مذہب والے
کے پاس کوئی جواب نہیں)

دوسرا جواب الزامی یہ ہے کہ یہ اشکال صرف شریعت ہی پر کیوں کیا جاتا ہے کہ بعضی
باتیں قطعی اور محض ظنی کیوں ہیں۔ یہی اشکال علوم دنیا پر کیوں نہیں کیا جاتا کہ کل باتیں جو ضروریات
دنیا کی تہیں سب واضح اور صاف صاف ہر ہر فرد انسان کو کیوں نہیں بتلا دیں بہت سے سائنس
کے انکشافات مدتوں تک پوشیدہ رہے اور اب بھی معلوم کس قدر پوشیدہ ہیں اہل سائنس
خود اس کے مقر ہیں اور بعضی باتیں ہمیشہ سے صاف صاف بتلا دی ہیں مثلاً آگ کا جلانے
والا ہونا۔ غذا سے پیٹ بھر جانا بچہ پیدا ہوتے ہی جانتا ہے کہ دودھ غذا ہے اور اس کا پینا
اور کھینچنا بھی اوسکو اوسی وقت سے آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اوسکو خدائے تعالےٰ کے بتلانے ہی
سے آیا ہے تو جیسے اسکو یہ باتیں ابتدا ہی سے بتائی ہیں ایسے ہی تمام انکشافات ابتدا ہی
سے ویدیے ہوتے۔ پھر بڑے ہو کر بھی سب باتوں کا انکشاف یکساں نہیں ہوتا بعضی
باتوں میں آدمی تمام عمر متردد رہتا ہے بلکہ بعضی باتیں آج تک ایسی موجود ہیں جن کا انکشاف
یقین کے درجہ میں نہیں ہوا۔ غرض اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ علوم دنیا بعضے قطعی ہیں
اور بعضے ظنی تو اسپر یہ اشکال کیوں نہیں کیا جاتا کہ حق تعالیٰ کو جب اون سب کا علم تہا اور بتانے
پر قدرت بھی تہی تو بعضوں کو کیوں ظنی چھوڑ دیا جس جواب سے علوم دنیا پر سے اشکال
رفع ہو سکتا ہے اوسی سے علوم دین پر سے بھی رفع ہو سکتا ہے تعجب ہے کہ علوم دنیا پر کوئی
اشکال نہیں کرتا اور علوم دین پر ہر شخص اشکال کرتا اور الجھتا ہے یہ دو جواب الزامی ہوئے
اب وہ جواب تحقیقی سنو جس کی نسبت ہم نے دعوےٰ کیا ہے کہ یہ جواب صرف اہل حق کے لیے

اہل اسلام ہی کے پاس ہے دیگر کسی مذہب والے کے پاس نہیں وہ جواب یہ ہے کہ دین کی
بعض باتیں قطعی اور بعضی باتیں ظنی ہونیکی وجہ یہ نہیں ہے کہ (نعوذ باللہ) خدا تعالے کو اون کا پورا
علم نہ تہا - یا اون کے بیان پر قدرت نہ تہی - بلکہ باوجود علم اور قدرت کے قصداً ایسا کیا ہے کہ بعضی
باتوں کو صاف صاف بیان کر دیا - جسکو قطعی کہتے ہیں - اور بعضی کو کسیقدر مبہم چہوڑ دیا جسکو ظنی کہتے
ہیں - رہا یہ کہ اوسکی وجہ کیا ہے - اسکا اصلی جواب تو یہ ہے کہ یہ سوال ہی بے محل ہے - حق تعالے
مختار مطلق ہیں جو چاہا کیا بندہ کو بحیثیت بندہ اور غیر مختار ہونے کے کیا حق ہے کہ وجہ کا سوال
کرے - بندہ کا کام تو یہ ہے ؎ زبان تازہ کردن باقرار تو + نا انگیختن علت از کار تو + اور
غیر اصلی جواب جو صرف عوام کے یا آجکل تعلیم یافتہ اصحاب کی تقریب الی الفہم کے لیئے ہے
وہ یہ ہے کہ اسمیں بعض مصلحتیں ہیں مثلاً امتحان (ابتلاء) کہ دیکہیں بندہ ظنی کو ظنی کے مرتبہ میں
رکہتے ہیں یا قطعی کے مرتبہ میں پہنچا دیتے ہیں - یہ کچہ تعجب کی بات نہیں بلکہ عین فطرت کے
مطابق ہے اس کو حفظ مراتب کہتے ہین جیسے ہر چیز مین فرق مراتب ہے ایسے ہی علوم مین بہی
ہے اور حفظ مراتب جسقدر ضروری چیز ہے اوس سے کوئی انکار نہین کر سکتا خصوصاً تعلیم یافتہ
اصحاب - آجکل تو اس کا ایسا غل مچا ہوا ہے کہ محتاج بیان نہین جتنے کہ مادیات مین دیکہو
اس کا لحاظ کس پابندی کیساتہ رکہا جاتا ہے - کوٹہی میں پہلواری لگائی جاتی ہو تو دروازوں پر کہنے کے گہلے اور ہوتے ہیں
روشوں اور ڈولوں پر رکہنے کے اور - اور دروازوں پر پہیلانے کی بیل اور ہوتی ہے اور دروں
مین لٹکانے کی اور - لکہنے پڑہنے کیلئے لیمپ اور ہوتے ہین اور دیگر کاموں کیلئے اور قسم کے
پانی پینے کا گلاس اور ہوتا ہے اور قارورہ کا اور جتنے کہ برف پینے کے گلاس اور ہیں اور سادہ
پانی پینے کے اور - اب فرض کیجئے کہ ایک کوٹہی ایسی ہے کہ اوس مین حفظ مراتب کا خیال رکہا گیا ہے
اور ہر چیز ہر کام کی علٰحدہ ہے اور اپنے اپنے موقعہ پر سجی ہوئی ہے اور ایک ایسی ہے جسمیں حفظ مراتب
کا خیال نہیں رکہا گیا لالٹین کو الماری کے اندر بند کر دیا ہے جس سے تمام مکان میں اندہیرا
ہو گیا ہے اور گملوں کو مکان کے اندر رکہدیا اور تخت اور کرسی کو دہوپ میں بچہا دیا ہے -
پانی پینے کا گلاس پیخانہ میں رکہدیا اور قارورہ کا گلاس کہانا کہانے کے کمرہ میں دسترخوان
پر سجا دیا ہے - اور شوربا پکانے کی دیگچی قدمچہ میں رکہدی ہے اور پیخانہ کا کموڈ نعمت خانہ میں

(ح) رکھدیا ہے اِن دونوں کوٹھیوں میں سے کون سی کوٹھی اچھی اور کس کی سجاوٹ صحیح معنوں
میں سجاوٹ ہے۔ جواب اِس کا ظاہر ہے۔ اسمیں غلطی کیا ہے۔ صرف یہ کہ حفظ مراتب کا خیال نہیں
رکھا گیا۔ جب ہر چیز میں فرق مراتب کا ہونا۔ اور حفظِ مراتب کا ضروری ہونا مسلم ہے تو علوم میں
بھی اگر فرق مراتب ہو تو کیا استبعاد ہے اور حفظِ مراتب ضروری اور ہر امر حکمت کیوں نہ ہوگا
اور جیسے مادیات میں فرقِ مراتب پیدا ہونے میں مصلحتیں ہو سکتی ہیں ایسے ہی علوم میں بھی
کیوں نہیں ہو سکتی ہیں۔ اور جیسا کہ یہ کوئی دعوے نہیں کر سکتا کہ مادیات کے فرقِ مراتب کے
مصالحہ ہم کو پوری پوری معلوم ہیں ایسے ہی اگر یہ کوئی دعوے نہ کر سکے کہ علوم کے فرق مراتب
کی مصلحتیں پوری پوری ہم کو معلوم ہیں تو اِس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع میں اوس میں کوئی
مصلحت نہو۔ ضرور مصلحت ہے اور ایک نہیں۔ ممکن ہے کہ بہت سی مصلحتیں ہوں حق تعالے
کے افعال کی مصلحتیں کس کے احاطہ میں آسکتی ہیں۔ ہم نے تقریب الی الفہم کے لئے دو مصلحتیں اسکی
بیان کردیں ایک یہ کہ بعض علوم کو قطعی رکھا گیا ہے۔ اور بعض کو ظنی۔ اِس امتحان کے لئے کہ لوگ اسمیں
ہم کو فاعل مختار سمجھتے ہیں یا نہیں۔ اور قطعی کو قطعی کے مرتبہ پر اور ظنی کو ظنی کے مرتبہ پر رکھتے ہیں یا
نہیں[1]۔ دوسری مصلحت یہ ہے کہ بعض بندوں کو بعضے بندوں پر فوقیت اور فضیلت دیتا ہے۔ جنکو
فضیلت دی وہ انبیاء علیہم السّلام ہیں کہ جو باتیں ہمارے نزدیک ظنی ہیں وہ اُن کے واسطے ظنی
نہیں۔ جیسا کہ یہی مصلحت دنیا کے تمام علوم سب کو یکساں نہ دینے میں ہے۔ کہ اگر سب کو تمام
علوم دنیا کے یکساں دیتے تو ایک دوسرے کا محتاج نہ رہتا۔ پھر ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ ہوتی۔
اور معیشت کا کام اور دنیا کے تمام دھندے نہ چلتے۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ جب دنیا کے نظام
کے لئے علم کا کم و بیش ہونا ضروری ہے تو دین کے نظام کے لیے بھی علم کا کم و بیش ہونا کیوں
ضروری نہ ہو۔ اس سے وجہ اوسکی نکل آئی کہ بعض باتیں دین میں ایسی رکھدی گئیں کہ اون کا
علم قطعی طور پر ہر شخص کو نہو تاکہ انبیاء علیہم السلام کو دیگر افراد پر فضیلت رہے۔ اسی کو ظنیت کہتے ہیں
اور بعضی باتیں دین کی ایسی ہی ضرور ہیں جن کا علم پورا پورا ہر شخص کو ہونا ضروری ہے۔ اونکو صاف
صاف بیان فرما دیا گیا ہے۔ جیسے دنیا کی ضروریات میں ہے کہ کھانا پینا مدار زندگی ہے تو اسکا علم

۹۲

[1] آیات متشابہات میں یہی مصلحت حق تعالیٰ نے خود بیان فرمائی ہے ۱۲ منہ

(ح) بچہ کو قطعی اور یقینی طور پر پیدا ہوتے ہی عنایت ہو جاتا ہے اور جو امور دنیا ایسے ضروری نہیں مثلاً خوشنما مکان بنانا اون کا علم بڑی مشکل سے اور کسب سے حاصل ہوتا ہے اور پھر بھی ایسا قطعی نہیں ہوتا جیسے بچہ کو دودھ پینے کا علم ہوتا ہے۔ اس تقریر سے سمجھ میں آگیا ہوگا کہ نظام دین بالکل اوسی قاعدہ کے موافق ہے جس پر نظام دنیا ہے۔ بلفظ دیگر دین فطرت کے موافق ہے۔ اسیواسطے فرمایا گیا ہے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا ترجمہ اللہ کی فطرت (یعنی دین) کو اختیار کرو جس پر انسانوں کو پیدا کیا یعنے دین اوس فطرت کے موافق ہے جو انسانوں کے اندر رکھی گئی ہے) خلاصہ اس جواب کا یہ ہے کہ جس طرح علوم دنیا کو سب کو واضح کر کے بیان نہیں فرمایا گیا اسی طرح علوم دین میں بھی کیا گیا اور دونوں میں مصلحتیں ہیں جیسا کہ بیان ہوا۔

اور اس جواب کو غیر اصلی جو کہا گیا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ گو یہ خوشکن اور آجکل کے مذاق کے موافق خاموش کن بھی ہے۔ مگر علماء اسلام ایسے جواب کو بھی پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ اس سے اون کے دقیق نظر کے نزدیک گفتگو ختم نہیں ہوتی کیونکہ یہ سوال باقی رہتا ہے۔ کہ یہ بھی تو ممکن تھا کہ دونوں سلسلوں میں یعنی دین و دنیا میں تفضیل اور ترجیح کی ضرورت ہی نہ رکھتے جیسے ہم بعض جانوروں کو دیکھتے ہیں۔ مثلاً بندر کہ اوسکو اپنی دنیاوی ضروریات کا علم بقدر ضرورت حاصل ہے اوسکو پڑھنے لکھنے کاشت کرنے روپیہ کمانے مکان بنانے وغیرہ کی ضرورت ہی نہیں پڑتی سب کو اتنا اتنا علم فطرۃً حاصل ہے کوئی کسی کا محتاج نہیں تو انسان کو بھی اسیطرح دنیا کا علم فطرۃً دیدیا ہوتا اور اسیطرح دین کا علم ہر ہر فرد کو دیدیا ہوتا ترجیح اور تفضیل کی کیا صورت تھی پھر اس ترجیح اور تفضیل پر نظام قائم کرنے کی کیا وجہ ہے۔ یہاں پہونچکر جواب یہی ہوگا کہ مشیت ایزدی اسیکو مقتضی ہوئی کہ تفضیل و ترجیح دونوں نظام قائم کیئے جاویں یعنی گفتگو مشیت ہی پر ختم ہوگی کہ حق تعالے نے یوں چاہا اور یوں ہی کر دیا۔ تو جب بات دو قدم آگے چل کر ماننی پڑے وہ دو قدم پہلے ہی کیوں نہ مان لیجاوے تاکہ گفتگو کا سلسلہ یہیں ختم ہو جاوے۔

یہ جواب تحقیقی ہے اس کے سوا کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ اور یہ جواب گو دقیق ہے اور

۹۲

انتباہ اوّل متعلق حدوث مادّہ

(۱) سائنس کے اتباع واعتقاد سے مسلمانوں کو عقیدۂ توحید میں جو کہ اساس اعظم اسلام کا ہے دو سخت غلطیاں واقع ہوئیں اور اون غلطیوں کے سبب یہ معتقدین نہ سائنس کے پورے متبع رہے اور نہ اسلام کے چنانچہ عنقریب معلوم ہوتا ہے

(ح) کم علم لوگوں اور عوام کے نزدیک مشکل اور آج کل کے مذاق کے خلاف ہے لیکن بالکل حق اور صحیح ہے اسپر کوئی اشکال عقلی نہیں پڑتا۔ قرآن شریف کی بہت آیتیں اسپر ناطق ہیں مثلاً ان اللہ فعال لما یرید۔ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقھم وغیرہا من الآیات (ترجمہ تحقیق اللہ تعالی کرنے والا ہے جس بات کو چاہے اس سے اختیار مطلق ثابت ہوا جسپر ہمارے جواب کی بنا ہے۔ ترجمہ دوسری آیت کا یہ ہے کہ ہمیشہ رہیں گے آدمی اختلاف کرنے والے سوا اون کے کہ جسپر حق تعالی رحم فرما دیں (کہ اوسکو اسی اختلاف میں راہ حق دکھا دیں گے) اور اسیواسطے پیدا کیا ہے حق تعالے نے اونکو۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حق تعالی نے (نعوذ باللہ) کسی مجبوری سے ایسا نہیں کیا کہ اختلاف ہو بلکہ قصداً وارادۃً کیا ہے کیونکہ وہ فعال لما یرید ہیں یعنے مختار مطلق ہیں جنکی اشیا میں کوئی نظیر نہیں پیش کیجا سکتی۔

اصل مسئلہ یہی ہے کہ افعال باریتعالی عزاسمہ کسی ضرورت اور مصلحت کے تابع نہیں بلکہ ضرورت اون کے پیدا کرنے سے پیدا ہوئی اور مصلحت اون کے افعال کے تابع ہے سے هرچه آن خسرو کند شیریں بود ✽ تو اصلی جواب یہی ہوا۔ اور تقریب الی الفہم کے لئے دوسرے جواب میں ہم نے بعض مصلحتیں بھی ظنی اور قطعی ہونے کی بیان کردیں واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

اصول موضوعہ کا بیان ختم ہوا اب آگے اصل مقاصد آتے ہیں جو ان اصول موضوعہ پر مبنی ہیں ✽

دنیا میں دو چیزیں ہیں دہریت اور مذہب۔ مذہب کے معنی یہ ہیں کہ انسان

(ح) اپنے وجود میں خود کو کسی دوسرے کا محتاج سمجھے جب وجود میں محتاج سمجھیگا تو جس سے وجود ملا ہے اوسکو اپنا حاکم بھی سمجھے گا۔ یعنی تمام افعال میں اپنے آپ کو اوس کا پابند کہے گا۔ بلفظ دیگر اوسکا خلاصہ یہ ہے کہ خدا کا قائل ہوگا اور دہریت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اور کسی چیز کو وجود میں کسیکا محتاج نہ سمجھے۔ جب کسیکا محتاج نہ سمجھیگا تو کسی بات میں بھی کسیکا پابند کیوں ہوگا۔ ان دونوں میں سے یعنی مذہب اور دہریت میں سے دہریت تو بالکل باطل اور اوس کے لئے ہم کو دلیلوں کے بیان کرنے میں طول دینے کی ضرورت نہیں۔ صرف اتنا کہدینا کافی ہے کہ ایسے آدمی کا جواب جو دنیا کو کسی بنانے والے کا محتاج نہ سمجھے اس طرح دینا چاہیئے کہ پیچھے سے آکر ایک لاٹھی اوس کے مارے اور فوراً غائب ہو جائے۔ جب وہ مارنے والے کی تلاش کرے اور اوس سے انتقام لینا چاہے تو اوس سے کہدیا جائے کہ یہ لاٹھی تیرے از خود آکر لگ گئی ہے۔ کوئی مارنے والا اس کا نہیں تھا۔ اس سے اوسکی تسلی نہ ہوگی اور جواب میں یہی کہے گا کہ لاٹھی بلا کسی مارنے والے کے کیسے لگ گئی۔ ضرب بلا ضارب کے یعنی فعل بلا فاعل کے کیسے ہو سکتا ہے۔ بس یہی جواب اوس کی دہریت کے باطل کرنے کے لئے کافی ہو جائیگا۔ چونکہ جب اتنا سا کام بلا کرنے والے کے نہیں ہو سکتا تو اتنے بڑے کام دنیا میں ہو رہے ہیں جن کے اصول اور ذرائع کا احاطہ بھی اب تک بڑے بڑے دماغوں سے نہیں ہو سکا۔ وہ از خود کیسے ہو سکتے ہیں۔ اس دہری کی عقل اوس بدوی سے بھی کم ہے جس نے یہ کہا تھا کہ البعرۃ تدل علی البعیر والاثر یدل علی المسیر فالسماء ذات الابراج والارض ذات الفجاج لاتدل لان علی العلیم الخبیر۔ یعنی ایک مینگنی اونٹ کی جنگل میں پڑی ہوئی ملتی ہے۔ تو اوس ہم یقین کر لیتے ہیں کہ ادھر کو اونٹ گیا۔ پھر اتنا بڑا جہان دیکھ کر کیسے نہ سمجھیں کہ کوئی بڑا دانا اور بینا اس کا بنانے والا ہے۔ الغرض دہریت تو بدیہی البطلان ہے اور نہ یہاں ہم کو اوس سے کچھ زیادہ بحث کرنی ہے۔ یہاں مقصود دہریت اور مذہب کا مقابلہ نہیں ہے بلکہ اسلام اور دیگر مذاہب کا مقابلہ بھی مقصود نہیں۔ تمام کتاب سے مقصود ان شکوک کا رفع کرنا ہے جو فی زمانہ اہل اسلام کو اسلام کے بعض اصول فروع میں پڑ گئے ہیں یہاں جو کچھ تقریر دہریت اور مذہب کے

(ح) بارہ میں کی گئی۔ وہ صرف بطور تمہید ہے اب سمجھیے کہ جب ہر مذہب الا دہریت کو باطل کہتا ہے تو یہ بات سب کے نزدیک مسلم ہوئی کہ کوئی مذہب اختیار کرنا ضروری ہے اور بیانِ سابق سے یعنی دہریت کی بطلان کی تقریر سے واضح ہوچکا کہ ہر مذہب والا خدا کا قائل ہے۔ کیونکہ بمقابلہ دہریت کے مذہب کے معنی یہی ہیں کہ انسان خدا کا قائل ہو۔ تو اب سوال پیدا ہوتا ہو کہ جب ہر مذہب والا خدا کا قائل ہے تو کیا سب مذاہب ایک ہیں اور حق ہیں اس کا جواب نفی ہی میں ہوسکتا ہے۔ کوئی اہلِ عقل نہیں کہہ سکتا کہ سب مذاہب ایک ہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو باہم مذہب میں جنگ وجدل اور مناظرہ مباحثہ کیوں ہوتا۔ جب یہ واضح ہوگیا کہ سب مذاہب باوجود خدا کے ماننے کے ایک نہیں ہیں تو یہ بات بھی واجب التسلیم ہے کہ سب مذاہب حق بھی نہیں ہیں۔ مذاہب میں بھی حق و باطل ہیں تو پھر مذاہب میں فرق کرنا اور یہ کہنا کہ فلاں مذہب حق ہے اور فلاں باطل اس کے کیا معنی ہوسکتے ہیں لامحالہ یہ کہنا پڑے گا کہ صرف یہ کہنا کافی نہیں کہ ہم خدا کے قائل ہیں بلکہ اوس کے ساتھ کوئی قید اور بھی ہے۔ جس کے بغیر مذہب میں امتیاز نہیں ہوسکتا۔ اور سوا اس کے کوئی معیار نہیں جس سے پہچان سکیں کہ اب ہم نے مذہبِ حق اختیار کیا وہ قید یہ ہے کہ خدا کو اوسی طرح پہچاننا ضروری ہے۔ جس طرح کہ واقع میں ہے جس سے اوسکی خدائی سچے معنوں میں خدائی کہلائی جاسکے۔ یہ قید ایسی ہے کہ نہ کوئی مذہب والا اس کے ضروری ہونے سے انکار کرسکتا ہے اور نہ بلا اس کے کسی مذہب کی تعین ہوسکتی ہے۔ اگر اس قید کو اٹھا دیں تو پھر سب مذہب ایک ہو جائیں گے۔ اور سب مذہبوں کو حق ماننا پڑے گا۔ حالانکہ یہ بات خود بدیہی البطلان ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ کوئی مذہب والا بھی اسکو نہیں مانتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ قید بھی سب کے نزدیک ضروری ہے کہ خدا کی صرف نفس ذات کو مان لینا کافی نہیں۔ بلکہ مع کچھ قیود کے ماننا پڑے گا ان قیود کو صفات کہتے ہیں۔ ہر مذہب مدعی ہے کہ صفاتِ الٰہی کو ہمارا مذہب صحیح بتلاتا ہے اور دوسرا مذہب غلط بتلاتا ہے۔ یہی مسئلہ مدارِ کار مناظروں اور مباحثوں اور مذہبی فیصلوں کا ہے۔

(باقی آیندہ)

گر گشایم بحث این را من بساز تا سوال و تا جواب آید دراز

یعنی اگر میں اس بحث کو سامان کے ساتھ کھولوں یہانتک کہ سوال و جواب خوب دراز ہوجاوے یعنی اسکے سوال و جواب کو خوب تفصیل سے بیان کر سکتا ہوں مگر اس سے نقصان یہ ہوتا ہے کہ

ذوق نکتہ عشق از من میرود نقش خدمت نقش دیگر مے شود

یعنی نکتہ عشق کا ذوق مجھ سے زائل ہوتا ہے اور خدمت (دین) کا نقش نقش دیگر ہوجاتا ہے مطلب یہ کہ اس بحث وجدان میں پڑکر میری وہ حالت عشقیہ خراب ہوتی ہے اسلئے کہ قاعدہ ہے کہ اسمیں پڑکر انسان کا قلب ہمیشہ مکدر ہوجاتا ہے اور وہ نورانیت باقی نہیں رہتی اور یہ ایسا امر ہے کہ مشاہد ہے پس چاہیئے کہ جنگ و جدال کبھی نہ کرے بلکہ سب رطب و یابس مقابل کے سامنے رکھدے کہ بھائی حق و باطل کو تو خود ممتاز کرلے آگے اسپر ایک حکایت لاتے ہیں کہ

ایک مثل اس بیان میں کہ حیرت بحث و فکر کو مانع ہی

یعنی جو شخص کہ حیرت میں مبتلا ہوگا اسکو ان باتوں کی فرصت کہاں ہوگی وہ تو اپنے کام میں لگنے کو غنیمت خیال کریگا اُسکے متعلق ایک قصہ بطور مثل کے بیان فرماتے ہیں کہ۔

آن یکے ہر دو مو آمد شتاب پیش یک آئینہ دار مستطاب

یعنی ایک شخص جسکے بال دو طرح کے تھے (کچھ سفید کچھ سیاہ) ایک ماہر حجام کے آگے آیا۔

گفت از ریشم سفیدی کن جدا کہ عروس نو گزیدم اے فتیٰ

یعنی وہ بولا کہ اے نوجوان میری ڈاڑہی سے سفیدی کو الگ کردے اسلئے کہ میں نے ایک نئی دلہن کی ہے۔

ریش او ببرید و کل پیشش نہاد گفت تو بگزین مرا کارے فتاد

یعنی اس حجام نے اسکی ساری ڈاڑھی مونڈ کر اسکے آگے رکھدی اور کہا کہ تو خود چھانٹ لے مجھے تو کام ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

این سوال و این جواب است ای گزین که سر اینها ندارد مرد دین

یعنی اے برگزیدہ یہ سوال ہے اور یہ جواب ہے کہ خیال اسکا نہیں رکھتا ہے مرد دین مطلب یہ کہ بس جو کام والے ہیں وہ اسیطرح سب رطب و یابس مقابل کے آگے رکھکر کہ تم خود چھانٹ لو الگ ہوجاتے ہیں آگے ایک اور مثل اسیکی ہے کہ۔

آن یکے زد سیلئے مر زید را حملہ کرد او ہم برای کید را

یعنی ایک شخص نے زید کے ایک چپت مارا تو اس نے بھی کید کیوجہ سے حملہ کیا۔

گفت سیلی زن سوالت میکنم پس جوابم گوئی انگہ مے زنم

یعنی اُس چپت مارنے والے نے کہا کہ میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں اسکا جواب دیدی پھر مجھے مار لیجیو۔

بر قفائے تو زدم آمد طراق یک سوالے دارم اینجا در وفاق

یعنی میں نے تیری گدی پر مارا تو طراق (کی آواز) آئی تو میں موافقت میں ایک سوال کہتا ہوں

این سوال از تو ہمی پرسم بگو حل کن اشکال من ای نیکخو

یعنی میں تجھ سے یہ سوال پوچھتا ہوں تو بتادے اور اے نیکخو میری اشکال کو حل کردے۔

این طراق از دست من بود یا از قفاگاہ تو اے فخر کیا

یعنی یہ طراق (کی آواز) میرے ہاتھ میں سے تھی یا تمہاری گدی میں سے اے فخراز کیا۔

گفت از درد آن فراغت نیستم — کاندرین فکر و تامل بیستم

یعنی اُس نے کہا کہ مجھے درد کے مارے اتنی فرصت نہیں ہے کہ اس فکر و تامل میں پڑوں۔

تو کہ بیدردی ہمی اندیش این — نیست صاحب درد را این فکر ہین

یعنی تو جو بیدرد ہے اسکو سوچتا رہ مگر صاحب درد کے لئے یہ فکر نہیں ہے۔ بس تو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

دردمندان را نباشد فکر غیر — خواہ در مسجد برو خواہے بدیر

یعنی دردمندوں کو غیر کی فکر ہوتی ہی نہیں اب تم چاہے مسجد میں جاؤ یا دیر میں مطلب یہ کہ انکی طرف سے تم چاہے جنت میں جاؤ یا جہنم میں انکو سوائے حق کے غیر کی فکر نہیں ہوتی وہ تو اُسی فکر میں رہتے ہیں۔

غفلت و بیدردیت فکر آورد — در خیالت نکتۂ بکر آورد

یعنی غفلت اور بے دردی تمہارے لئے فکر کو لاتی ہے اور تمہارے خیال میں نئے نئے نکتوں کو لاتے ہے۔

جز غم دین نیست صاحب درد را — می شناسد مرد را و گرد را

یعنی صاحب درد کو تو سوائے غم دین کے اور کچھ نہیں ہے وہ مرد اور گرد کو ممتاز کرتا ہے مطلب یہ کہ وہ کام کی اور بیکار شے سب کو جانتا ہے لہذا کام کی چیز کو لے لیتا ہے اور بیکار کو ترک کرتا ہے۔

حکم حق را بر سر درد مے نہد — حفظ و فکر خویش یکسو می نہد

یعنی حکم حق کو تو سر آنکھون پر رکھتا ہے اور اپنی حفاظت اور فکر کو ایک طرف رکھتا ہے اُسکو فضولیات کی فرصت ہی نہیں ہوتی) آگے بیان فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام الفاظ قرآن کے بہت کم حافظ تھے اسلئے کہ وہ اصل شئے عمل کو لئے ہوئے تھے وہ اس ظاہر کو اسقدر ضروری نہ سمجھتے تھے اور اس سے تواتر میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی اسلئے کہ اگرچہ پورے قرآن کے حافظ کم تھے مگر ہر ہر جزو قرآن کے حافظ اس کثرت سے تھے کہ ہر ہر جزو متواتر تھا لہذا پورا قرآن ہی متواتر ہے خوب سمجھ لو۔

شرح حبیبی

در صحابہ کم بُدے حافظ کسے
گرچہ شوقے بود جان شان را بسے

زانکہ چون مغزش در آگند و رسید
قشرہا شد بس رقیق و وا کفید

قشر جوز و فستق و بادام ہم
مغز چون آگندشان شد پوست کم

مغز علم افزود کم شد پوستش
زانکہ عاشق را بسوزد دوستش

وصف مطلوبے چو ضد طالبی است
وحی و برق نور سوزان نبی است

چون تجلی کرد اوصاف قدیم
پس بسوزد وصف حادث را گلیم

ربع قرآن ہر کرا محفوظ بود
جل فینا از صحابہ مے شنود

جمع صورت با چنین معنی ژرف / نیست ممکن جز ز سلطانی شگرف

در چنین مستی مراعات ادب / خود نباشد ور بود باشد عجب

اندر استغنا مراعات نیاز / جمع ضدین است چون گرد و دراز

جمع ضدین از نیاز افتاد و ناز / باز در وقت تحیر امتیاز

چون عصا معشوق عمیان می شود / کور خود صندوق قرآن می شود

گفت کوران خود صنادیق اند پر / از حروف مصحف و ذکر و نذر

باز صندوقے پر از قرآن بہ است / وانکہ صندوقے بود خالے بدست

باز صندوقے کہ خالے شد ز بار / بہ ز صندوقے کہ پر موش است و مار

حاصل اندر وصل چون افتاد مرد / گشت دلالہ بہ پیش مرد سرد

چون بمطلوبت رسیدی اے ملیح / شد طلبگاری علم اکنون قبیح

چون شدی بر بامہاے آسمان / سرد باشد جستجوئے نردبان

جز برائے یارے و تعلیم غیر	سرد باشد راہ خیر از بعد خیر
آئینہ روشن کہ شد صاف و جلی	جہل باشد بر نہادن صیقلے
پیش سلطان خوش نشستہ در قبول	زشت باشد جستن نامہ و رسول

دیکھو باوجودیکہ صحابہؓ کو تحصیل دین کا بیحد شوق تھا مگر ان میں پورے قرآن کے حافظ بہت کم ہوتے تھے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین صرف چار شخص پورے قرآن کے حافظ تھے۔ ابی بن کعب معاذ بن جبل۔ زید بن ثابت۔ ابوزید۔ اب اگر تحدید نہ بھی مقصود ہو تب بھی تقلیل تو ضروری ہے اور یہی مولانا کا مقصود ہے رہا یہ شبہ کہ اس سے قرآن متواتر نہیں رہتا سو یہ باطل ہے کیونکہ تواتر یوں بھی متحقق ہوسکتا ہے کہ مثلاً ایک صورت کل صحابہ کو یاد ہو۔ دوسری سورۃ بعض کو یاد ہو اور ان بعض کی تعداد اتنی ہو کہ تواتر کی حد کو پہنچ جاوے اور باقی صحابہ کو یاد نہ ہو۔ تیسری سورۃ ان ہردو فریق میں سے بعض کو یا کل کو یاد ہو۔ علی ہذا القیاس اس صورت سے تواتر قرآن بھی قائم رہیگا اور یہ حکم بھی صحیح رہیگا کہ صحابہ میں حافظ قرآن کم تھے اب اسکی اصل وجہ سنو کہ یہ کمی کیون تھی۔ بات یہ ہے کہ جب میوہ کا مغز زیادہ ہوجاتا ہے اور وہ پختہ ہوجاتا ہے تو پوست کمزور ہوکر پھٹ جاتا ہے اور اگر پھٹتا نہیں جیسے اخروٹ کا چھلکا پستہ کا چھلکا۔ بادام کا چھلکا وغیرہ مغز کے بھرجانے سے کم تو ضرور ہی ہوجاتا ہے بس اسیطرح جب مغز علم یعنی اہتمام عمل یا مشاہدۂ معلوم میں استغراق اور اس سے تلذذ وغیرہ زیادہ ہوجاتا ہے تو پوست یعنی صورت علم والفاظ کم ہوجاتے ہیں اسکا اصل راز یہ ہے کہ تجلی معشوق عاشق کی ہستی کو مٹا دیتی ہے اور اسکو معشوق کے سوا دوسری اشیا۔ کی طرف التفات ہی نہیں ہوتا اور اسکا بھی ایک راز ہے وہ یہ کہ طالبیت و مطلوبیت میں تضاد ہے اور

تضاد و منافی وصل و اتحاد ہے اسلئے اولاً اس تضاد کے مٹنے کی ضرورت ہے تاکہ اسکی جگہ اتحاد پیدا ہو کر وصل تام متحقق ہو۔ جبکہ ضرورت اتحاد معلوم ہوئی تو اب اسکی دو صورتیں ہیں یا تو مطلوب فنا ہو کر طالب سے متحد ہو جاوے یا طالب فنا ہو کر مطلوب سے متحد ہو صورت اولی عشق مجازی میں ممکن ہے مگر قلب موضوع ہے اور عشق حقیقی میں مستحیل لہذا صورت ثانیہ متعین ہوئی کہ طالب فنا ہو اور مطلوب سے متحد ہو جائے مگر یاد رکھو کہ یہ اتحاد عرفی ہے نہ کہ نفس الامر میں ایک ذات بنجانا کیونکہ نہ یہ عشق مجازی میں ممکن ہے نہ عشق حقیقی میں جب یہ معلوم ہوا کہ طالبیت و مطلوبیت میں تضاد ہے۔ اور اس کی مرتفع ہونے کی ضرورت ہے تو اب سمجھو کہ یہی سبب تھا جسکے بنا پر وحی الٰہی اور برق تجلی حق سبحانہ و تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فنا فی الحق اور مرضی حق سبحانہ تعالیٰ کا سراسر تابع بنا دیا تھا۔ کیونکہ اس کے بغیر وصال کامل ناممکن تھا واقعی اوصاف قدیم کی یہی شان ہے کہ جب وہ متجلی ہوتی ہیں تو اوصاف حادث کا سامان جلکر خاک سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ متجلی لہ کو اپنے ہی رنگ میں رنگ کر صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغہ کی شان دکھلا دیتے ہیں ؎ چو سلطان عزت علم درکشد جہاں سر بجیب عدم درکشد

جب یہ مقدمہ ممہد ہو چکا تو اب سمجھو کہ صحابہ رضوان اللہ اجمعین کو اہتمام عمل اور مشاہدہ محبوب حقیقی انہماک تھا۔ اس لئے اشتغال بحفظ کی مہلت نہ تھی۔ یہی سبب تھا کہ اگر کیکو چوتہائی قرآن بھی یاد ہو جاتا تھا تو صحابہ اس کو کہتے تھے کہ یہ تو بہت بڑا شخص ہو گیا بڑائی اور جلالت کا سبب یہ تھا کہ اُس نے معنی اور صورت دونوں کو جمع کر لیا تھا۔ اور صورت و معنی کا جمع کر لینا ہر شخص کا کام نہیں بلکہ کوئی بڑا شخص ایسا کر سکتا ہے مثلاً کوئی شخص عشق الٰہی میں بحید مست ہو اور پھر ادب کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دے یہ نہیں ہو سکتا اور اگر ہو جیسا کہ صحابہ میں تھا تو ضرور حیرت انگیز بات ہے اور ایسا کرنے والا ضرور بڑا شخص ہے کیونکہ مستی کے سبب ادب سے مستغنی ہو کر پھر ادب کو ملحوظ رکھنا ایسا ہی دشوار ہے جیسے جمع ضدین۔ اور ایسا کرنے والا یوں ہی جامع بین الضدین ہے جیسے ایک شی گول بھی ہو اور لمبی بھی۔ پس جب اس نے ناز و نیاز اور تخیہ امتیاز دونوں کو ملحوظ رکھا

توجمیع بین الضدین تو ہو گیا پھر ایسے شخص کی جلالت شان میں کیا شبہ ہو سکتا ہے لہذا صحابہ کا اس کو جل فینا کہنا بالکل صحیح تھا اس بیان سے کسیکو یہ شبہ نہو کہ حفاظ اربعہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خلفاء راشدین سے بھی بڑھے ہوئے تھے کیونکہ باوجود اشتراک فی الجمع بین الصورۃ والمعنی کے خلفاء راشدین کو حفاظ اربعہ پر جہت معنی سے تفوق تھا۔ اور حفاظ اربعہ کو جہت صورت سے۔ پس جو تفوق معنی کو صورت پر ہوگا وہی تفوق خلفائے راشدین کو حفاظ اربعہ پر ہوگا اور یہ امر نہ جل فینا کے مخالف ہے اور نہ تشریح و تعلیل مولانا کے جل فینا کے تو اس لئے خلاف نہیں کہ اس میں جلالت ذاتیہ یا اضافیہ بالنظر الی البعض مراد ہے نہ کہ اضافیہ بالنظر الی الکل اور تعلیل مولانا کے اس لئے خلاف نہیں کہ اشتغال بالمعنی کے درجات مختلف ہیں لہذا یوں کہا جاویگا۔ کہ جسقدر اشتغال خلفاء کو تھا اگر وہ اشتغال ان حفاظ اربعہ کو ہوتا تو وہ اتنا بھی قرآن یاد نہ کر سکتے جتنا کہ خلفاء اربعہ کو تھا۔ پس اس درجہ اشتغال کے ساتھ اس قدر قرآن یاد کر لینا جس قدر کہ خلفا کو تھا یہ بھی انہی کا کمال ہے جو کہ حفاظ اربعہ کو حاصل نہیں۔ لہذا خلفا افضل ہونگے۔ لیکن چونکہ اپنی اشتغال کے ساتھ اُنھوں نے پورا قرآن یاد کر لیا تھا جو کہ بعض دوسروں کے لئے دشوار تھا لہذا یہ ان کا فی نفسہ اور ان بعض کے لحاظ سے کمال تھا اور جو چوتھائی قرآن اپنے اشتغال کے ساتھ یاد کر لیتا تھا فی نفسہ و نیز بعض ان لوگوں کے لحاظ سے جو ایسا نہ کر سکتے تھے یہ اس کا بھی کمال تھا۔ اور چونکہ عام حالت کے لحاظ سے یہ امر فی نفسہ بڑا سمجھا جاتا تھا اس لئے جل فینا کہا جاتا تھا جس کے معنی یہ ہیں۔ کہ منجملہ دیگر صحابہ کے یہ بھی بڑا شخص اور عام لوگوں سے ممتاز ہو گیا اس کا یہ مطلب نہ ہوتا تھا کہ سب سے بڑھ گیا۔ صحابہ کی معذوری بیان کر کے اب دیگر قرون میں کثرت حفظ کی وجہ بیان کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ جس طرح اندھوں کی آنکھیں تو ہوتی نہیں کہ وہ ان کو رہبر بنائیں لہذا وہ لاٹھی ہی کو محبوب رکھتے ہیں کہ اسی کے سہارے سے مقصود تک پہونچ جاتے ہیں یہی حالت بالکل عام طور پر حفاظ کی ہے اِلّا ماشاء اللہ کہ وہ حقیقت سے واقف ہوتے نہیں کہ بصیرت کے ساتھ حق سبحانہ تک پہونچے

الحديث حديث ابن عباسؓ ان قوما تفكروا فی الله عزوجل فقال النبی صلی الله علیه وسلم تفكروا فی خلق الله ولا تتفكروا فی الله فانكم لن تقدروا قدره ابونعیم فی الحلیة بالمرفوع منه باسناد ضعیف ورواه الاصبهانی فی الترغیب والترهیب من وجه اخر اصح منه **ف** صریح فیما قالوا من امتناع ادراك كنهه تعالیٰ ذاتا او صفة لا فعلا لكونه داخلا فی المخلوق۔

حدیث حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کہ ایک قوم نے حق تعالیٰ میں تفکر کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اطلاع پاکر) فرمایا خلق اللہ میں تفکر کرو اللہ میں تفکر مت کرو تم اوسکا اندازہ نہ کرسکوگے روایت کیا اسکو ابونعیم نے حلیہ میں اس کے مرفوع حصہ کو اسناد ضعیف سے اور روایت کیا اسکو اصبہانی نے ترغیب و ترہیب میں دوسرے طریق سے جو اوس سے صحیح ہے **ف** یہ صریح ہے اوس مضمون میں جو عارفین نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات یا صفات کا ادراک بالکنہ ممتنع ہے مگر فعل کا ادراک ممتنع نہیں کیونکہ فعل مخلوق میں داخل ہے (جسمیں تفکر کی اجازت ہے)۔

۱۵۵

كتاب ذكر الموت

کتاب ذکر الموت

الحديث تحفة المومن الموت رواه ابن ابی الدنیا فی كتاب الموت والطبرانی والحاكم من حديث عبدالله بن عمرو مرسلا باسناد حسن **الحديث** الموت كفارة لكل مسلم

حدیث۔ مومن کا تحفہ موت ہے روایت کیا اسکو ابن ابی الدنیا نے کتاب الموت میں اور طبرانی اور حاکم نے عبداللہ بن عمرو کی حدیث سے مرسلا سند حسن سے **حدیث** دیگر موت کفارہ ہے ہر مسلمان

تصحیح } رسالہ تشرف بابت ربیع الاول ۴۶ھ ص ۳ س ۱۹ (غلط) لکھدیا گیا ہی اس کا مابعد (صحیح) لکھدیا گیا ہے یہ اوس کا مابعد۔ ۱۲

ابو نعیم فی الحلیۃ والبیہقی
فی الشعب والخطیب فی
التاریخ عن حدیث
انس قال ابن العربی
فی شرح المریدین
انہ حسن صحیح وضعفہ
ابن الجوزی وقد
جمعت طرقہ فی جزء
ف صریحان فی فضل
الموت ومن ثم یحبہ اہل اللہ

الحدیث قال لعبد اللہ بن عمر اذا
اصبحت فلا تحدث نفسک بالمساء
ابن حبان ورواہ البخاری من قول ابن عمر فی
اخر حدیث کن فی الدنیا کانک غریب

الحدیث حدیث ابن عباس
کان یخرج یہریق الماء فیمسح بالتراب
فاقول الماء منک قریب
فیقول ما یدرینی لعلی
لا ابلغہ ابن المبارک
فی الزہد وابن ابی الدنیا
فی قصر الامل والبزار

فضائل الموت
تمنیات موت
۱۵۷

(کے گناہ) کا روایت کیا اسکو ابو نعیم نے حلیہ
میں اور بیہقی نے شعب میں اور خطیب نے
تاریخ میں انس کی حدیث سے ابن العربی
نے شرح المریدین میں کہا ہے کہ یہ حسن صحیح
ہے اور ابن الجوزی نے اسکو ضعیف کہا
ہے اور میں نے اس کے طرق کو ایک جزو
میں جمع کر دیا ہے۔ **ف** یہ دونوں حدیثیں
فضیلت موت میں صریح ہیں اسی لیے اہل اللہ
اوس کو محبوب رکھتے ہیں (اوس سے متوحش
نہیں ہوتے)

حدیث حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
نے عبد اللہ بن عمر کو فرمایا کہ جب تم صبح
کرو تو اپنے نفس سے شام کی بابت
باتیں مت کرو (کہ شام کو یہ کروں گا)

حدیث دیگر ابن عباس کی حدیث کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لیجاتے
اور پیشاب کرتے اور دروازہ پر تیمم فرما لیتے
میں عرض کرتا کہ پانی تو آپ سے قریب ہے آپ
فرماتے شاید میں پانی تک نہ پہونچ سکوں
روایت کیا اسکو ابن المبارک نے زہد میں
اور ابن ابی الدنیا نے قصر امل میں اور بزار نے

بسند ضعیف **ف** صریحان فی استحضار الموت وهو کالعادة العامة للقوم

الحدیث حدیث عائشة ما من رجل یزور قبر اخیه ویجلس عنده الا استأنس به ورد علیه حتی یقوم ابن ابی الدنیا فی القبور وفیه عبد الله بن سمعان ولم اقف علی حاله ورواه ابن عبد البر فی التمهید من حدیث ابن عباس نحوه وصححه عبد الحق الاشبیلی **ف** صریح فی ادراک المیت واتفق علیه اهل الکشف -

الحدیث ما المیت فی قبره الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوة تلحقه من ابیه او من اخیه او صدیق له

بسند ضعیف **ف** دونوں حدیث صریح ہیں استحضار موت میں اور یہ صوفیہ کی مثل عادت عامہ کے ہے -

حدیث حضرت عائشہؓ کی حدیث کوئی ایسا شخص نہیں کہ اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرے اور اوس کے پاس بیٹھے مگر وہ اس سے مانوس ہوتا ہے اور اوسکو (سلام کا) جواب دیتا ہے یہاں تک کہ یہ اوٹھ کھڑا ہوا روایت کیا اسکو ابن ابی الدنیا نے قبور میں اور اس (کی سند) میں عبد اللہ بن سمعون ہے اور میں اوس کے حال سے واقف نہیں ہوں اور روایت کیا اسکو ابن عبد البر نے تمہید میں ابن عباس کی حدیث سے اسی کی قریب قریب اور تصحیح کی اسکی عبد الحق اشبیلی نے **ف** صریح ہے میت کے صاحب ادراک ہونے میں اور اسپر اہل کشف متفق ہیں -

حدیث میت کی حالت اپنی قبر میں بالکل ایسی ہے جیسے کوئی ڈوبتا ہوا ہو اور مدد چاہتا ہو منتظر دعا کا رہتا ہے جو اوسکو اوسکی باپ کی یا بھائی کی یا کسی دوست کی

ماتم انتفاع المیت

۱۵۷

ادراک المیت

الحدیث ابو منصور الدیلمی
فی مسند الفردوس
من حدیث ابن عباس
وفیہ الحسن بن علی بن
عبد الرحمن قال
الذہبی حدث عن
ہشام بن عمار بحدیث
باطل وتمامہ فاذا
لحقتہ کانت احب الیہ
من الدنیا وما فیہا
وان ہدایا الاحیاء ۱۵۸
للاموات الدعاء
والاستغفار **ف** صریح
فی نفع اعمال الاحیاء
للاموات سواء کانت دعاء
کما فی ہذا الحدیث او طاعۃ مالیۃ
و بدنیۃ کما فی نصوص اخر والاول
متفق علیہ بین الامۃ والثانی
بین اہل السنۃ والثالث فیہ
اختلاف اہل السنۃ ایضاً واثبتہ الحنفیۃ

نفع اعمال الاحیاء للاموات

طرف سے پہونچ جاوے الحدیث زدا بیت
کیا اسکو ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں
ابن عباس کی حدیث سے اور اسمیں حسن بن علی
بن عبد الرحمن ہے ذہبی نے کہا ہے کہ اس نے
ہشام بن عمار سے ایک غلط حدیث روایت
کردی اور تتمہ اس کا یہ ہے کہ جب وہ دعا
اوسکو پہونچتی ہے تو وہ اوس کے نزدیک تمام
دنیا و ما فیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور
احیاء کے ہدایا اموات کیلیے دعا و استغفار
ہے **ف** یہ صریح ہے اسمیں کہ احیاء کے
اعمال اموات کو نافع ہوتے ہیں خواہ دعا
ہو جیسا اس حدیث میں ہے خواہ طاعت
مالیہ ہو خواہ طاعت بدنیہ ہو۔ جیسا
دوسری نصوص میں ہے اور اول تمام
امت میں متفق علیہ ہے (حتی کہ فرق باطلہ
بھی اس کے قائل ہیں اسی لیے اس حدیث
کا مجروح ہونا مضر نہیں اجماع سے اس کا
مضمون ثابت ہے) اور ثانی اہل سنت کے درمیان
(متفق علیہ ہے) اور ثالث میں اہل سنت کا بھی
اختلاف ہے اور حنفیہ اوسکا اثبات کرتے ہیں

(باقی آیندہ)

(۱۲۶) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی فرماتے تھے کہ شاہ عبدالرحیم صاحبؒ ولایتی کے ایک مرید تھے۔ جن کا نام عبداللہ خاں تھا اور قوم کے راجپوت تھے۔ اور یہ حضرت کے خاص مریدوں میں تھے۔ انکی حالت یہ تھی۔ کہ اگر کسی کے گھر میں حمل ہوتا اور وہ تعویذ لینے آتا۔ تو آپ فرمادیا کرتے تھے کہ تیرے لڑکی ہوگی یا لڑکا اور جو آپ بتلادیتے تھے وہی ہوتا تھا۔ ان عبداللہ خاں نے شاہ عبدالرحیم صاحب سے عرض کیا۔ کہ مجھے دو عصا مکشوف ہوئے ایک آپکی نسبت کا۔ اور دوسرا سید صاحب کی نسبت کا۔ آپکی نسبت کا جو عصا تھا وہ نہایت خوبصورت تھا اور سید صاحب کی نسبت کا جو عصا تھا اس درجہ خوبصورت نہ تھا اس سے میں سمجھتا ہوں کہ آپکی نسبت سید صاحب کی نسبت سے بڑھی ہوئی ہے پھر آپ انکے کیوں بیعت ہوئے۔ آپنے فرمایا۔ کہ ممکن ہے کہ میری نسبت کسی حیثیت سے سید صاحب کی نسبت سے بڑھی ہوئی ہو۔ مگر مجھے پہلے نہ نماز پڑھنی آتی تھی اور نہ روزہ رکھنا آتا تھا۔ سید صاحب کی برکت سے نماز بھی پڑھنی آگئی اور روزہ بھی رکھنا آگیا مولانا گنگوہی اس روایت کو یوں بیان فرماتے تھے۔ کہ عبداللہ خاں نے ایک روز شاہ عبدالرحیم صاحب سے عرض کیا کہ میں نے آپکی اور سید صاحب کی نسبتوں کی طرف توجہ کی۔ تو آپ کی نسبت میں نور اور چمک دمک معلوم ہوئی اور سید صاحب کی نسبت میں اندھیرا۔ اور یہ بات بیان فرماکر مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ بھائی ہم تو کچھ جانتے نہیں مگر جب حاجی صاحب کے یہاں اس قصہ کا ذکر آیا تو حاجی صاحب نے فرمایا کہ سید صاحب کی نسبت میں ذات بحت کی تجلی تھی اور ذات بحت کی تجلی میں اندھیرا ہی ہوتا ہے **جملہ معترضہ** (خانصاحب نے فرمایا کہ امیر شاہ نے مولانا نانوتوی سے دریافت کیا کہ حضرت جب آپ سید صاحب کو مجدد مانتے ہیں۔ تو ان کی نسبت تو سب سے اعلیٰ ہونا چاہیئے پھر ان کی نسبت کا شاہ عبدالرحیم صاحب کی نسبت سے گھٹا ہونا کیا معنی اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا۔ کہ جس بات کے لئے مجدد آتا ہے اس میں اس سے کوئی بڑھا ہوا نہیں ہوتا۔ ہاں دوسری حیثیت سے جیسے ذکر و اشغال وغیرہ اگر اس سے کوئی بڑھ جاوے تو اس کا مضائقہ نہیں) عود الی ما قبل الجملۃ المعترضۃ

۱۳۳

اوس کے بعد خاں صاحب نے فرمایا کہ میں نے مولانا گنگوہی کی روایت اور مولانا نانوتوی کی روایت دونوں کو حاجی صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ حاجی صاحب نے فرمایا۔ کہ مولانا گنگوہی نے ضرور مجھ سے سنا ہوگا مگر مجھے یاد نہیں آتا اور مولانا نانوتوی کی روایت کو سنکر فرمایا۔ کہ مولانا نانوتوی کی عبد اللہ خاں سے بہت دوستی تھی۔ ممکن ہے۔ کہ انہوں نے مولانا سے یہ واقعہ بیان کیا ہو۔ مگر مجھے یہ بھی یاد نہیں اوس کے بعد خانصاحب نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب نے بھی اس واقعہ کی نسبت ایک تقریر فرمائی تھی مگر نہ وہ تقریر بعینہٖ مجھے یاد رہی اور نہ اس کا ماحصل اتنا خیال آتا ہے۔ کہ آپ کی تقریر دونوں روایتوں کی مؤید تھی۔ مخالف نہ تھی۔

حاشیہ حکایت (۱۳۶) قولہ اندھیرا **اقول** اسکو ظلمت نہ سمجھا جاوے یہ بھی نور ہے جیسے آنکھ کی پتلی نور محض ہے اور سیاہ ہے اور یہ تجلی بھی عین نہیں ہوتی مثالی ہوتی ہے جسکو ذات سے خاص مشابہت ہے کہ اسمیں وصف غلبہ علی جمیع الالوان ہے اور ذات میں وصف غلبہ علی جمیع الاکوان چنانچہ ہر رنگ کی پوتل اپنے منظروف سے لون سے متغیر ہو جاتی ہے مگر سیاہ بوتل کسی لون سے متغیر نہیں ہوتی واللہ اعلم (اشرف)

۱۳۷

(۱۳۷) خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ عبد الرحیم صاحب رائپوری فرماتے تھے کہ شاہ عبد الرحیم صاحب ولایتی سے جو لوگ ان کے سید صاحب سے بیعت ہونے کے بعد بیعت ہوئے اون کی حالت نہایت اچھی تھی۔ اور ان پر اتباع سنت نہایت غالب تھا۔ اور جو لوگ سید صاحب کی بیعت سے پہلے بیعت ہوئے تھے۔ اون کی حالت اس درجہ کی نہ تھی نیز مولانا رائپوری نے فرمایا۔ کہ جب شاہ عبد الرحیم صاحب سید صاحب سے بیعت ہوچکے تو اوس کے بعد وہ ساڈھورہ تشریف لے گئے۔ اور وہاں تشریف لیجا کر اپنے سابق پیر کے خدام کو و نیز قصبہ کے تمام عوام و خواص کو بلا کر ایک جلسہ کیا اور اس جلسہ میں آپ نے فرمایا۔ کہ میرے پیر کا عرس گو پہلے بھی ہوتا تھا مگر ترقی اوسے میں نے دی تھی۔ اور موجودہ حالت اوس کی میری کوشش سے ہوئی ہے اب اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی ہے اور میری سمجھ میں اسکی برائی آگئی۔ اس لئے میں آپ صاحبان سے

درخواست کرتا ہوں کہ اس عرس کو موقوف کردیا جاوے شاہ عبدالرحیم صاحب کے پیر کے دو صاحبزادے تھے۔ اونہوں نے برسر جلسہ کہا کہ یہ حاجی نہیں پاجی ہے۔ اسکی کوئی نہ سنو یہ سنکر سب اُٹھ کھڑے ہوئے اور سب چلے گئے۔ مگر عبداللہ خاں جن کا ذکر نمبر سابق میں آیا ہے نہیں اُٹھے اور یہ بیٹھے رہے۔ شاہ صاحب نے تھوڑی دیر میں فرمایا۔ کہ میاں عبداللہ خاں سب چلے گئے تم کیوں بیٹھے ہو تم بھی چلے جاؤ۔ اسپر عبداللہ خاں نے عرض کیا کہ حضرت اگر یہ آپ کے پیر قبر میں سے اُٹھ کر کہیں گے کہ اُٹھ جائیں تب بھی نہ اُٹھوں گا اور پیر تو پیر اگر ان کے پیر بھی کہیں گے تب بھی نہ اُٹھونگا اور اسی طرح بہت ترقی کرتے چلے گئے غرض اُنہوں نے کہا۔ کہ میں کسیطرح آپ کو نہ چھوڑوں گا۔

حاشیہ حکایت (۱۲۷) قولہ سادہوے الخ اقول غالباً ڈھول ہوا ہی امروہہ ہوگا۔ اون کے پیر سابق کا مزار امروہہ ہی میں ہے **قولہ** اگر یہ آپ کے پیر بھی **اقول** یہ مسئلہ ہے قوم کے نزدیک کہ شیخ کے مقابلہ میں شیخ الشیخ کی اطاعت نہیں ہے ہاں اوس کا معاملہ خود اس شیخ کے ساتھ ہے (**شت**)

(۱۲۸) خانصاحب نے فرمایا۔ کہ جب سید صاحب جہاد کو تشریف لیجاتے ہوئے پھلت پہونچے ہیں تو وہاں سے روانگی میں مولوی عبدالحی صاحب اور ان کے والد بھی مشایعت میں تھے۔ اور مولوی عبدالحی صاحب کے والد نے مولوی صاحب کو جہاد کیلیے جانے کی اجازت نہ دی تھی جب پھلت سے ایک میل نکل کر سید صاحب نے مشایعت کرنے والوں کو رخصت کیا۔ تو مولوی عبدالحی صاحب سے بھی فرمایا۔ کہ مولانا آپکے والد صاحب کی اجازت نہیں ہے۔ آپ بھی رخصت ہو لیجئے۔ غرض سید صاحب نے اونکو رخصت کیا۔ اور رخصت کرکے آپ تشریف لے چلے جب آپ تشریف لے چلے۔ تو مولوی صاحب بیتاب ہو گئے اور یہ کہہ کر کہ ہائے سید صاحب ہمیں چھوڑ گئے سر پر خاک ڈالنی شروع کی۔ اور زمین پر لوٹنے لگے جب ان کے والد صاحب نے ان کا یہ اضطراب دیکھا۔ تو مجبوراً ان کو اجازت دینی پڑی جب ان کے والد نے اجازت دیدی۔ تو وہ بھاگے۔ اور بھاگ کر سید صاحب سے

جا ملے۔ یہ قصہ میں نے مولوی عبد القیوم صاحب سے سنا ہے۔

حاشیہ حکایت (۱۲۸) قولہ آپ کے والد صاحب کی اجازت نہیں الخ **اقول** غیر واجبات میں والد کی اطاعت مقدم ہے۔ شیخ کی اطاعت پر اور شیخ کامل بھی اسی ترتیب کا حکم دیتا ہے (**ش ت**)

(۱۲۹) خانصاحب نے فرمایا۔ کہ مولانا گنگوہی اور مولوی عبد القیوم صاحب نے فرمایا۔ کہ سید صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جب کبھی دینی معاملہ میں مولوی عبد الحی صاحب کو غصہ آتا ہے۔ تو اسوقت انوار الٰہیہ کی بارش ہوتی ہے اور جب کبھی مولوی صاحب کو غصہ آتا تھا۔ تو سید صاحب مولوی صاحب کے پیچھے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ اوس کے بعد فرمایا کہ مولوی عبد الحی صاحب سید صاحب کے لشکر میں قاضی تھے اور مقدمات کا فیصل کرنا اور عاملوں کا مقرر کرنا آپ کے متعلق تھا۔ ایک مرتبہ کسی ولایتی نے کسی ہندوستانی کے تھپڑ مار دیا اوس نے مولوی صاحب کے یہاں نالش کی مولوی صاحب نے فیصلہ کیا کہ مدعی مدعا علیہ کے تھپڑ مارے۔ مگر اس ولایتی مدعا علیہ نے اس فیصلہ کو منظور نہ کیا۔ اسپر مولوی صاحب کو نہایت غصہ آیا۔ اور جوش غیظ میں کھڑے ہو گئے۔ سید صاحب حسب عادت آپ کے پیچھے کھڑے تھے جب آپ نے یہ رنگ دیکھا۔ تو آپ نے خیال کیا۔ کہ مبادا بات بڑھ جائے۔ اور ولایتی لوگ بگڑ جائیں۔ اور جہاد کا معاملہ مختل ہو جاوے۔ اور یہ خیال کر کے مدعی کو اشارے سے بلایا۔ اور بلا کر اوس سے کہا کہ تو مولوی صاحب سے کہدے کہ میں نے خدا کے واسطے اپنا حق اپنے مسلمان بھائی کو معاف کیا۔ اوس نے مولوی صاحب سے کہدیا۔ اوسکے کہتے ہی مولوی صاحب کا غصہ بالکل فرو ہو گیا اور ایسے ہو گئے جیسا کہ غصہ آیا ہی نہ تھا۔

حاشیہ حکایت (۱۲۹) قولہ انوار الٰہیہ الخ **اقول** غضب للہ میں انوار ہوتے ہیں۔ اور حدیث میں جو غضب کو مفسد ایمان فرمایا ہے وہ غضب للنفس ہے (**ش ت**)

(باقی آیندہ)

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو لوجہ اللہ آزاد کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" خدا ابوبکر پر رحم فرمائے کہ اس نے اپنی دختر کا مجھ سے نکاح کیا، ہجرت میں میری مدد کی، اور بلال کو اپنے مال سے خرید کر کے آزاد کر دیا"

یہ وہی بلال ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے ابوبکر! بلال کے خریدنے میں تم نے مجھ کو کیوں نہیں شریک کیا؟ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار بلال کو آزاد کیا۔

جسوقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو امیہ بن خلف سے خریدا تو آپ کے والد ماجد ابو قحافہ و نیز دیگر کفار نے کہا کہ ابوبکر نے یہ کیا کیا؟ کہ اسقدر مال اور ایسے اعلیٰ درجہ کے ذی لیاقت چست و چالاک اور خوب کمانے والے غلام کے بدلہ میں ایک نکمہ اور بیکار غلام خرید کیا۔ اتنی قیمت میں اچھی اچھی لیاقت کے غلام خرید کرتے تو بہت سا نفع حاصل ہوتا۔ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے محض رضائے حق کے واسطے اسکو خرید کیا۔ دنیا کا نفع مجھے مطلوب نہیں۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى (ترجمہ) اور اس بھڑکتی ہوئی آگ سے ایسا شخص دور رکھا جائیگا جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال (محض) اس غرض سے دیتا ہے کہ (گناہوں سے) پاک ہو جاوے (یعنی محض رضائے حق اس کا مطلوب ہے)

کفار نے کہا بلالؓ کا ابوبکر پر کچھ حق ہوگا جو اسقدر مال اس کے خریدنے میں صرف کیا ان کے اس قول کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ (ترجمہ) اور بجز اپنے عالیشان پروردگار کی رضا جوئی کے اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ اس کا بدلہ اتارنا (مقصود) ہو اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جائے گا۔

تفسیر روح البیان میں "ولسوف یرضیٰ" کا ترجمہ یوں مذکور ہے کہ عنقریب راضی ہو جائیگا

رب ابوبکرؓ کا ابوبکرؓ سے یعنی راضی ثواب ہی ہے۔ مگر رضا کا ظہور عنقریب (قیامت کے دن) ہوگا۔

ہر چند کہ الفاظ آیت کے عام ہیں مگر اس کے نزول کا سبب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے کہ انہوں نے بلالؓ وغیرہ کو کافروں سے خرید کر لوجہ اللہ آزاد کر دیا تھا۔ چنانچہ دُرِ منثور میں متعدد اسانید سے اس کا ذکر موجود ہے

نیز صاحب تفسیر کبیر نے بیان کیا ہے سب مفسروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیتیں حضرت صدیقؓ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

سیدنا عامرؓ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ قبیلہ ازد کے مولدین[۱] میں سے تھے آپ کی کنیت ابو عمر ہے۔ آپ کا رنگ سیاہ تھا۔ اسلام کی طرف سبقت کرنیوالے لوگوں میں سے ہیں یہ اس زمانہ میں اسلام لائے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت تک ارقم کے گھر میں داخل نہیں ہوئے تھے انہوں نے بحالت مملوکیت ہی اسلام قبول کیا تھا اور بہت پختہ مسلمان تھے ان کو اللہ کی راہ میں بہت اذیتیں پہنچائی گئیں آپ اپنے آقا کے ناقابل برداشت مصیبتوں کے تختہ مشق بنے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مال کثیر[۲] کے عوض ان کے مالک سے خرید کر لوجہ اللہ آزاد کر دیا۔ بیر معونہ میں آپ شہید ہو گئے۔ معمر[۳] بواسطہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ بیر معونہ کے دن شہدا کی لاشوں میں حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی نعش تلاش کی گئی تو نہ ملی۔ پس سب لوگوں نے خیال کیا کہ اُن کو ملائکہ نے دفن کر دیا ہوگا یا اُنکی نعش کو اُٹھا کر آسمان پر لے گئے ہوں گے۔

ابوفکیہہ رضی اللہ عنہ آپ صفوان بن امیہ بن خلف کے غلام تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ خفیہ اسلام لائے۔ اُمیہ کو جب معلوم ہوا تو اُن کے پاؤں میں رسی باندھی۔ اور آدمیوں سے کہا کہ گھسیٹتے ہوئے رمضا ریت پر لیجائیں۔ چنانچہ غلام ان کو پابزنجیر کر کے کشاں کشاں لے چلے۔ پتھروں۔ سنگ ریزوں سے ان کا سر

[۱] مولدین اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو لوگ عربی الاصل نہوں ۱۲ [۲] چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن کو دو اوقیہ سونے کے عوض میں خرید کیا تھا۔ ۱۲ - [۳] کتاب الاستیعاب جلد ۲۔ صفحہ ۹۴ مطبوعہ دائرۃ المعارف۔ ۱۲

ٹکراتا تھا اور سنگدل اور بے رحم کافر ان کو مُردہ جانور کی طرح گھسیٹتے ہوئے لیئے جاتے تھے یہاں تک کہ گرم اور تپتے ہوئے پہاڑ پر لٹا کر آپ کے سینہ مبارک پر اتنا بھاری بوجھل پتھر رکھدیا کہ اُن کی زبان منہ سے باہر نکل پڑی۔ اور آپ مجنونانہ وار حسرت بھری نگاہوں سے پڑے پڑے ایک ایک کا منہ تکا کیئے۔ پر نہ کسی ظالم کو کچھ رحم آیا اور نہ کسی نے آدمیت کا برتاؤ برتا۔ اگر کہا تو یہ کہا کہ لات وعزےٰ پر ایمان لے آ۔

ستم سے باز آیا تو جفا کی تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

مگر آپ یہی کہتے رہے کہ میرا اور تمھارا اور تمام مخلوق کا رب فقط اللہ ہی ہے۔

راہ میں ایک "گبریلا" جا رہا تھا اُمیہ نے آپ سے کہا تیرا خدا یہی تو نہیں ہے ؟ انہوں نے کہا کہ میرا اور تیرا دونوں کا خدا اللہ تعالیٰ ہے۔ اس پر اُمیہ نے اس زور سے اُن کا گلہ گھونٹا کہ لوگ سمجھے دم نکل گیا۔

ایکدفعہ اُمیہ اپنے بھائی اُبی بن خلف کو ہمراہ لیکر اُن کے پاس آیا۔ اور کفر کرنے پر ان کو آمادہ کرنا چاہا۔ لیکن انہوں نے زبان سے وہی کلمہ توحید نکالا۔ جو اُن کے دل اور رگ وپے میں سرایت کر چکا تھا۔ اُبی نے کہا بھائی صاحب! یہ کمبخت اسلام سے باز آنے والا نہیں ہے۔ رسی کا پھندہ اس کے گلے میں ڈال کر جھٹکے دلوایئے۔ اور پے در پے تکلیف میں زیادتی کرتے رہیئے۔ یہاں تک کہ اِس کا آقا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے جادو کے زور سے اس کو چھڑا لیجائے۔ چنانچہ اس تجویز پر عملدرآمد شروع ہوگیا اور انکا گلہ یہاں تک گھونٹا کہ لوگوں کو اُن کے مرجانے کا یقین ہوگیا۔ اسی حالتِ جانکاہ میں مبتلا تھے کہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اُدھر گذر ہوا۔ اور انہوں نے اُمیہ کو خاطر خواہ قیمت دیکر ابوفکیہہ کو خرید کر محض اللہ واسطے آزاد کردیا۔

زنیرہ رضی اللہ عنہا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھرانے کی کنیز تھیں۔ جسوقت دولتِ اسلام سے مشرف ہوئیں بڑی بڑی تکلیفیں ان کو دی گئیں کہ اسلام سے پھر جائیں مگر آپ نے اُنکو نہایت صبر اور استقلال سے برداشت کیا۔ اور اسلام سے نہ پھریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (اسلام لانے سے پہلے) انکو جی کھول کر ستاتے۔ ابوجہل نے

اونکو اسقدر مارا کہ اُن کی آنکھیں جاتی رہیں۔ مشرکین نے طعنہ دیا کہ لات وعزیٰ نے اسکو اندھا کر دیا۔ زنیرا نے یہ کہکر کہ لات وعزیٰ کو تو یہ بھی خبر نہیں کہ ان کی کون پرستش کرتا ہے سکوت کیا اس کے بعد کہا کہ ہاں! میرے خدائے قدوس کا حکم سب پر غالب ہے۔ اِسی کا نام تقدیر ہے۔ اور میرا معبود برحق مجکو دوبارہ بینائی دینے پر بھی قادر ہے۔ خدا کی قدرت کہ آپ صبح ہی بینا ہو گئیں۔ ابوجہل نے انکو دیکھا تو حیران اور ششدر رہ گیا اور بولا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جادو چل گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن کو خرید کر لوجہ اللہ آزاد کر دیا۔

لُبینَۃ رضی اللہ عنہا یہ بیچاری اک کنیز تہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ (اسلام لانے سے پیشتر) اِن کو مارتے مارتے تھک جاتے تہے تو کہتے تہے کہ میں نے تجکو رحم کی بنا پر نہیں بلکہ اسوجہ سے چھوڑ دیا ہے کہ تھک گیا ہوں۔ وہ نہایت استقلال سے جواب دیتیں کہ اگر تم اسلام نہ لاؤ گے تو خدا اس کا انتقام لے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن کو بھی بھاری قیمت پر خرید کر محض خوشنودی الٰہی کی وجہ سے آزاد کر دیا۔

نہدیہ رضی اللہ عنہا یہ بھی کنیز تھیں اور اسلام لانے کے جرم میں کافروں کے ہاتھ میں پڑی ہوئیں مصیبتوں کا نشانہ اور تکالیف کی تختۂ مشق بنی ہوئی تہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو بھی خرید کر آزاد کر دیا تہا۔

اُم عبیس رضی اللہ عنہا یہ بھی بنی تمیم بن مرۃ کے قبیلہ سے ایک کنیز تہیں۔ اسلام لانے کی وجہ سے کفار کی سخت سے سخت مصیبتیں جھیلتی تہیں اِن کو بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خرید کر محض حسبۃً للہ آزاد کر دیا۔

حمامۃ رضی اللہ عنہا ابو عمر نے ذکر کیا ہے کہ یہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اُن خرید کردہ کنیزوں میں سے تہیں۔ جنکو اللہ کی راہ میں سخت سے سخت عذاب اور طرح طرح کی ایذائیں پہنچائی جاتی تہیں۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انکو بھی خرید کر لوجہ اللہ آزاد کر دیا۔

(باقی آئندہ)

۷۸۶

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام

از مولانا حکیم شبیر احمد صاحب انصاری دام ظلہم

شائقین تاریخ اسلامی کو ہم یہ مژدہ جانفزا سناتے ہیں کہ جناب مولنا شبیر احمد صاحب انصاری نے فتوح الشام کا نہایت سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کیا ہے قدیم ترجمہ میں جو پیچیدگی اور اُلجھن ہے وہ باخبر حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ اس زمانہ میں چونکہ اردو زبان روز بروز صاف و شستہ ہوتی جاتی ہے اسلئے اس دقیانوسی ترجمہ نے اہم تاریخی واقعات و اسلامی فتوحات کی واقفیت کا دروازہ بند کر دیا تھا اور شائقین زمانہ حال کے موافق ایک عمدہ اور بامحاورہ ترجمہ کے منتظر رہتے تھے الحمد للہ کہ اس انتظار کی مدت اب ختم ہونیوالی ہے اور **فیوض الاسلام** ترجمہ جدید **فتوح الشام** ماہ جمادی الاولیٰ میں نہایت آب و تاب سے شائع ہو کر نورافزائے دیدۂ و دل مشتاقاں ہوگا۔

اس ترجمہ سے آپکو غازیان اسلام و مجاہدین ملت کی اولوالعزمی و جاں نثاری کے جرأت آموز حالات معلوم ہونگے اور مشہور و نامور سپہ سالاران اسلام حضرت ابو عبیدہ بن جراح و حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کی مدبرانہ شجاعت و حکیمانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے مخلصانہ جوش پیدا کر کے اسلام کی سرفروشانہ خدمات کیلئے آپکو مستعد کرینگے

الہادی دینیات کا ماہواری رسالہ جس میں شریعت و طریقت کے متعلق جامع شریعت و طریقت واقف اسرار حقیقت حضرت

یہ ترجمہ اسلام کے عروج و نزول کے صحیح اسباب بتا کر اُن تمام ملمع کاریوں کی حقیقت بھی واضح کریگا جن سے مسلمان دہوکا کھا کر منزل مقصود سے کوسوں دُور ہوتے جاتے ہیں اور باوجود ہزار شور و فریاد مخالفین کے نزدیک انکا اقتدار کم ہوتا جاتا ہی پس اے شیفتگان حریت اسلامی اور اے دلدادگان شوکت ملی۔ فتوح الشام کے جدید ترجمہ سے عروج اسلامی کا سچا و صحیح نقشہ دیکھکر اپنی تباہی و بربادی کے اسباب معلوم کرو اور اپنی بزدلی و بے غیرتی پر آنسو بہا کر غیور و اولوالعزم شجاعان اسلام کے کارناموں کو اپنا رہنما بناؤ فیوض الاسلام کی ضخامت ساڑھے سات سو صفحات تقطیع $\frac{۲۰}{۲۶}$ قیمت تین روپے چار آنہ علاوہ محصولڈاک۔ لیکن جو حضرات تیاری سے پہلے اپنا نام درج کرائینگے انکو علاوہ محصولڈاک دو روپے چار آنہ کو دیجاویگی۔ مگر نام درج کرانے میں آٹھ آنے پیشگی روانہ کرنے ہونگے ہاں مندرجہ ذیل مقامات سے پیشگی کی ضرورت نہیں صرف نام لکھانا کافی ہے اور وہ محض اسلئے کہ ان مقامات میں ہمیں ہر ایک کتاب پر جُدا جُدا محصولڈاک خرچ کرنیکی ضرورت نہ ہوگی بلکہ اپنے تعلقات کی جگہ فرمائشوں کی تعداد کے موافق کتاب فیوض الاسلام روانہ کردینگے۔ جہاں سے خریدار کو ملجاویگی۔

وہ مقامات جہاں کے باشندگان کو پیشگی کچھ دینا نہ ہوگا

تھانہ بھون + دہلی + دیوبند + سہارنپور + جالندہر + آگرہ + اورنگ آباد دکن

ریواڑی + امرتسر + جودہپور + بینڈو + بریلی

المشتہر

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی

اعلان

متعلق

فیوض الاسلام ترجمہ جلد فتوح الشام

ناظرین الہادی کو معلوم ہو الہادی کے خریدار ۸ پیشگی
روانہ فرمانے کی تکلیف گوارہ نفرماویں صرف اسم مبارک درج رجسٹر
کرادیں تیاری پر ۸ کو ارسال کردیجاویگی مگر محصولڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔
اور فیوض الاسلام ۲۵ جمادی الاول تک انشاء اللہ تعالیٰ تیار ہو جاویگی
اور نام ۲۴ تک درج ہونگے اس کے بعد ۱۲ کی کردیجاوے گی۔

ہاں

نام درج کرانے میں جلدی کریں کیونکہ اشتہار اس کا بڑی مقدار
میں شائع ہوا ہے اور فرمائشیں بحمد اللہ اچھی آرہی ہیں ایسا نہ ہو ناظرین
الہادی محروم رہجاویں اور طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے۔

المشتہر محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی